



ISSN-0971-5711



2009

186

جولائی



ہندوستان کا پہلا سائنسی اور معلوماتی ماہنامہ  
اسلامی فاؤنڈیشن برائے سائنس و ماحولیات نیز  
انجمن فروغ سائنس کے نظریات کا ترجمان



## قریب

- ہیغام ..... 2  
ذاتِ جست ..... 3  
کیا خدا وقت ہے ..... 3  
برگ تراش چو تینیاں ..... 9  
جنس کی کہانی تاریخ کی زبانی ..... 12  
جسم بے جان ..... 15  
ادب کی اہمیت و افادیت ..... 23  
نفسیات اور ادب ..... 25  
برقی قوت اور احتساب ..... 28  
ماحول و آج ..... 30  
پیش رفت ..... 33  
نظم ..... 35  
میراث ..... 36  
میدم ہمیری کیوری ..... 36  
اسلامی دور کی سائنسی تصنیفات ..... 40  
لائٹ ہاؤس ..... 45  
نام کیوں کیسے؟ ..... 45  
سانپ اور غیر حقیقی محاورے و کہانیاں ..... 47  
انسائیکلو پیڈیا ..... 49  
میزان ..... 51  
رد عمل ..... 54  
خریداری / تحفہ فارم ..... 55

جلد نمبر (16) جولائی 2009 شماره نمبر (07)

ایڈیٹر :	قیمت فی شمارہ = 20 روپے
ڈاکٹر محمد اسلم پرویز	10 روپال (سوری)
(فون: 98115-31070)	10 درہم (پوربہ)
مجلس ادارت :	3 ڈالر (امریکی)
ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی	1.5 پاؤنڈ
عبدالقدولی بخش قادری	زوسالانہ :
عبدالودود انصاری (منزل بکال)	200 روپے (سارو ڈاکے)
فہمیدہ	450 روپے (بذریعہ منی)
مجلس مشورہ :	برائے غیر ممالک
ڈاکٹر عبدالعزیز شمس	(جہاں ڈاکے)
ڈاکٹر عابد معز (ریاض)	100 روپال (دورہم)
محمد عابد (بجہ)	30 ڈالر (امریکی)
سید شاہد علی (لندن)	15 پاؤنڈ
ڈاکٹر نسیم محمد خاں (امریکہ)	اعانت تا عمر
شمس تبریز عثمانی (زنی)	5000 روپے
	1300 روپال (دورہم)
	400 ڈالر (امریکی)
	200 پاؤنڈ

Phone : 93127-07788  
Fax : (0091-11)23215906  
E-mail : maparvaiz@googlemail.com  
Blog :  
urdusciencemonthly@blogspot.com  
خط و کتابت : 665/12 ڈاک گھر، نئی دہلی 110025

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ  
آپ کا زور سالانہ ختم ہو گیا ہے۔

☆ سرورق : جاوید اشرف

# نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے.....!

## اپیل

- ☆ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی آخرت میں جواب دہی کا باعث ہوگی۔ اس لیے ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اس پر عمل کرے۔
- ☆ حصول علم کا بنیادی مقصد انسان کی سیرت و کردار کی تشکیل، اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت ہے۔ معیشت کا حصول ایک ضمنی بات ہے۔
- ☆ اسلام میں دینی علم اور دنیاوی علم کی کوئی تقسیم نہیں ہے، ہر وہ علم جو مذکورہ مقاصد کو پورے کرے، اس کا اختیار کرنا لازمی ہے۔
- ☆ مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ دینی اور عصری تعلیم میں تفریق کے بغیر ہر مفید علم کو ممکن حد تک حاصل کریں۔ انگریزی اسکولوں میں تعلیم پانے والے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام گھروں پر، مسجد یا خود اسکول میں کریں۔ اسی طرح دینی درگاہوں میں پڑھنے والے بچوں کو جدید علوم سے واقف کرانے کا انتظام کریں۔
- ☆ مسلمانوں کے جس محلہ میں، مکتب، مدرسہ یا اسکول نہیں ہے، وہاں اس کے قیام کی کوشش ہونی چاہئے۔
- ☆ مسجد کو اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ابتدائی تعلیم کا مرکز بنایا جائے۔ ناظرہ قرآن کے ساتھ دینی تعلیم، اردو اور حساب کی تعلیم دی جائے۔
- ☆ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ پیرے کے لالچ میں اپنے بچوں کی تعلیم سے پہلے کام پر نہ لگائیں، ایسا کرنا ان کے ساتھ ظلم ہے۔
- ☆ جگہ جگہ تعلیم بالانفاں کے مراکز قائم کیے جائیں اور عمومی خواندگی کی تحریک چلائی جائے۔
- ☆ جن آبادیوں میں یا ان کے قریب اسکول نہ ہو وہاں حکومت کے دفاتر سے اسکول کھولنے کا مطالبہ کیا جائے۔

## دستخط کنندگان

- (1) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب (لکھنؤ)، (2) مولانا سید کلب صادق صاحب (لکھنؤ)، (3) مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب (اعظم گڑھ)، (4) مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب (پھلواڑی شریف)، (5) مفتی منظور احمد صاحب (کانپور)، (6) مفتی محبوب اشرفی صاحب (کانپور)، (7) مولانا محمد سالم قاسمی صاحب (دیوبند)، (8) مولانا مرغوب الرحمن صاحب (دیوبند)، (9) مولانا عبداللہ اجڑوی صاحب (میرٹھ)، (10) مولانا محمد سعید عالم قاسمی صاحب (علی گڑھ)، (11) مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب (اعظم گڑھ)، (12) مولانا کاظم نقوی صاحب (لکھنؤ)، (13) مولانا مقتدا احسن ازہری صاحب (بنارس)، (14) مولانا محمد رفیق قاسمی صاحب (دہلی)، (15) مفتی محمد ظفر الدین صاحب (دیوبند)، (16) مولانا توقیف رضا صاحب (بریلی)، (17) مولانا محمد صدیق صاحب (بھٹورہ)، (18) مولانا نظام الدین صاحب (پھلواڑی شریف)، (19) مولانا سید جلال الدین عمری صاحب (علی گڑھ)، (20) مفتی محمد عبدالقیوم صاحب (علی گڑھ)۔

ہم مسلمانان ہند سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ تجاویز پر اخلاص، جذبہ، تنظیم اور محنت کے ساتھ عمل پیرا ہوں اور ہر اس ادارہ، افراد اور انجمنوں سے تعاون کریں جو مسلمانوں میں تعلیم کے فروغ اور ان کی فلاح کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔



ڈاکٹر فضل ن، م احمد

ریاض، سعودی عرب

## کیا خدا وقت ہے؟

ڈائجسٹ

زمان (وقت) بھی مطلق ہوا۔ اس نظریے کو مد نظر رکھتے ہوئے پانچ سو سال قبل مسیح یونانی فلسفی زینو (Zeno) نے اپنے چار اعتراضات (Arguments) سے ثابت کیا تھا کہ حرکت ناممکن ہے جبکہ یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ اس کی ایک دلیل خرگوش اور کچھوے کی کہانی سے وابستہ ہے۔ اگر کچھوے کو ذرا آگے اور خرگوش کو پیچھے رکھ کر ایک ساتھ دوڑ شروع کریں تو جبکہ اور وقت کے انتہائی تقسیم کی صورت میں خرگوش کبھی کچھوے کو پار نہیں کر سکتا چاہے خرگوش کی رفتار کتنی ہی تیز اور کچھوے کی کتنی ہی سست ہو۔ مثلاً دوڑ کے شروع میں دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہے جس کے لئے چاہے خرگوش کی رفتار کتنی ہی تیز ہو کچھ وقت لگے گا۔ اس عرصے میں کچھوہ اپنی جگہ چھوڑ چکا ہوگا اور مسئلہ وہی پہلے کا سا ہو جاتا ہے کہ دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہے جس کو عبور کرنے کے لئے کچھ وقت درکار ہے اس عرصے میں کچھوہ اپنی جگہ چھوڑ چکا ہوگا۔ اس بحث کو آگے بڑھاتے جائیں تو خرگوش کبھی کچھوے کو پار نہ کر سکے گا۔ کیونکہ ایک محدود فاصلے یا وقت کو لامحدود چھوٹے فاصلوں یا چھوٹے اوقات میں تبدیل کرنا ہوا۔ اس طرح محدود فاصلہ لامحدود وقت لگا لہذا حرکت ناممکن ہے۔

دوسری دلیل میں ایک تیر پہاڑ کی ایک چوٹی سے دوسری چوٹی پر پھینکا جائے تو وہ یہ فاصلہ طے کرنے میں کچھ وقت لے گا۔ اس کے آدھے سفر میں آدھا وقت لگے گا اور اس طرح وقت اور فاصلے کو تقسیم کرتے جائیں تو سفر سے پہلے وہ ساکت تھا تو کیونکہ دوسری چوٹی پر پہنچ گیا؟ اسی طرح اس کی دو اور دلیلیں بھی عرض ہیں جسے طلباء ضرور پڑھیں۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ چونکہ ریاضیات غلط نہیں ہو سکتی اس لئے

کیا وقت خدا ہے؟ رسالہ سائنس کے انجی شماروں میں (میں) دانستہ حوالوں سے پرہیز کر رہا ہوں تاکہ بے معنی بحث سے بچ سکوں) چند مرتبہ پڑھ چکا ہوں جن میں قرآن اور سنت کی روشنی سے یہ ثابت کیا گیا کہ اللہ وقت ہے اور جو وقت کا تصور سائنس میں ہے وہ غلط ہے۔ جب بھی کائنات کا ذکر آتا ہے تو قصداً اللہ کا اور اس کے وجود کا چھڑ جاتا ہے۔ چند موضوعات ایسے ہیں جو مختلف مدارس خیال جن میں مذہب، فلسفہ، تصوف وغیرہ اور سائنس شامل ہیں یہ مسئلہ عام (Inter-disciplinary) ہے۔ ہر کسی کا نقطہ نظر بعض حالتوں میں ایک دوسرے سے ملتا ہے اور بعض میں قطبین کی طرح فرق ہے۔ فرق کی حالت میں کون صحیح اور کون غلط ہے عموماً ذاتی سمجھ بوجھ پر منحصر ہوتا ہے۔

وقت مسئلہ زمان و مکاں سے بڑا ہوا ہے۔ زمان کا مطلب وقت اور مکان کا مطلب جگہ یا فاصلے کے ہے۔ جگہ تین ابعادی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی پر مشتمل ہے۔ دکھائی دیتی ہے اور ناپ تول میں آ جاتی ہے لہذا اس پر اچھے سے طبع آزمائی کی گئی مگر چونکہ وقت دکھائی نہیں دیتا اور ہمیں بس اس کے گزرنے کا احساس ہوتا ہے اس لئے زمان اور مکان ہر زمانے اور ہر فلسفے میں الگ الگ اور مطلق تصور کئے جاتے رہے اور اختتام تک قابل تقسیم سمجھے جاتے تھے۔ جگہ یا لمبائی کو تقسیم کرتے جائیں تو اس کا اخیر ایک جیومیٹری کا نقطہ ہوگا جو مزید نا قابل تقسیم ہوگا کیونکہ اس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی صفر تصور کئے جاتے ہیں۔ یعنی وہ مطلق ہوا تو مکان (جگہ) بھی مطلق ہوئی۔ اسی طرح وقت کا اخیر لُحہ ہوا جو نا قابل تقسیم ہے جس کا وقت صفر ہے۔ لہذا



## ڈائجسٹ

نہیں دیکھ سکتے۔ بس ایک احساس ہے کہ کوئی چیز گزر رہی ہے جسے وقت کا نام دیا گیا مگر اس کی اصلیت کیا ہے یہ معلوم نہ ہو سکا۔ لہذا اسے جگہ سے الگ تصور کیا گیا اور دونوں کو مطلق مانا گیا۔ ساتھ ہی روشنی کی رفتار کو لامحدود یا مالانہایہ (Infinite) مانا گیا۔

دور بین کی ایجاد کے بعد ڈنمارک کے ماہر فلک رومر جو مشتری کے چار چاندوں کا مشتری سے گہنانے کا مطالعہ کر رہا تھا اس نے نوٹ کیا کہ جب زمین اپنے مدار میں مشتری سے قریب ہوتی ہے اور چھ ماہ بعد مدار کے قطر کے دوسری طرف دور ہوتی ہے تو گہنانے کے وقت میں سولہ منٹ کا فرق ملتا ہے۔ اگر روشنی کی رفتار مالانہایہ ہے تو یہ فرق نہیں ہوتا چاہے۔ لہذا جب قطر کو سولہ منٹ سے تقسیم کیا تو روشنی کی محدود (finite) رفتار نکل آئی۔ یہ

عجیب وغریب مگر بہت اہم انقلاب تھا۔ زمین اپنے مداری حرکت میں کبھی مشتری کی طرف جاتی تو کبھی اس سے پرے سمت میں تو دوسرا سوال یہ پیدا ہوا کہ دونوں حالتوں میں روشنی کی رفتار نیوٹن کی ڈائنامکس سے مختلف ہونی چاہئے۔ لہذا تجربے کئے گئے جس میں مائیکل سن اور مارلے کا 1895ء کا

تجربہ بہت مشہور ہے اور فزکس کا ہر طالب علم جانتا ہے۔ اس تجربے سے ثابت ہوا کہ روشنی کی رفتار مشاہد اور سورس (Source) کی باہمی یا اضافی رفتار اور انکی سمت سے آزاد اور ثابت (Constant) ہے۔ ایک اور انقلاب آیا اور تین سو سالہ نیوٹن کی ڈائنامکس غلط ثابت ہوئی۔

رفتار کے معنی فاصلہ تقسیم وقت۔ اسکے معنی یہ ہوئے کہ مسئلہ زمان و مکان اس طرح فزکس کے حدود میں داخل ہوا اور فزکس کے لئے چیلنج بنا کہ اس حل نہ ہونے والے کا حل نکالے۔ تجربات کئے گئے اور 1905ء میں ڈنمارک کے لائپنٹز نے اپنی چار معادلات جو

ہر قسم کی حرکت ناممکن ہے اور جو ہم دیکھتے ہیں نظر کا دھوکا ہے۔ جب وہ یہ دلیلیں اپنے طلباء کو سمجھا رہا تھا تو اسکی بیوی نے اسے آواز دی۔ وہ فوراً حرکت میں آیا اور بیوی کے پاس چلا گیا۔ خیر اسے حملہ معترضہ سمجھیں۔ ارسطو نے اس پر پہلے غصے کا اظہار کیا مگر بعد میں قائل ہو گیا تھا کہ یہ مسئلہ حل طلب ہے۔ جب سے زمان و مکان کا مسئلہ شروع ہوا۔ یہ حل ریاضیات میں (Infinitesimal) کیلکولس کی ایجاد سے ملا اور پوری طرح حل کر دیا گیا مگر ریاضیات کی حد تک رہا اور عام سمجھے سے بالاتر تھا۔ ریاضیات و فزکس کے طلباء اچھی طرح جانتے ہیں کہ بہت سے فنکشن کے انٹیگرل

(Integrals) کو جتنے حدود (Limits) صفر سے مالانہایہ (Infinity) یا منفی مالانہایہ سے ثبت مالانہایہ ہوتے ہیں انکا جواب محدود نکل آتا ہے۔ ایک اچھا حل نظریہ اضافی سے ملا۔ زیادہ رفتار سے وقت کا بہاؤ کم ہو جاتا ہے اس لئے جو وقت کچھوا پہلی جگہ سے دوسری جگہ کے لئے لیتا ہے خرگوش اپنی تیز رفتار سے کم

وقت لیتا ہے۔ جو باقی بچتا ہے اس میں خرگوش پہلے فاصلے سے تھوڑا زیادہ فاصلہ طے کر جاتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور خرگوش کچھوے کو عبور کر جاتا ہے۔ حرکت حقیقت بن جاتی ہے۔

ہر دور میں فلسفی، صوفی اور دوسرے مفکرین نے بشمول مشہور فلسفی کانٹ کے مسئلہ زمان و مکان کو حل کرنے کی کوششیں کی مگر تا کام رہے اخیر میں کانٹ نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ مسئلہ زمان و مکان کا حل یہ ہے کہ اسکا کوئی حل ہی نہیں۔ اصل میں جس طرح ہم جگہ (مکان) یا لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کو دیکھ سکتے ہیں وقت یا زمان کو





## ڈائجسٹ

زیادہ ابعاد پر مشتمل ہو سکتی ہے اور یہ کہ ایسی کائنات کے ”باہر“ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چاہے اسکا پھیلاؤ کتنا ہی کم ہو۔ دوئم مادہ اپنے اطراف کی خلاء میں خمیدگی (Curvature) پیدا کرتا ہے اس طرح کہ اس میں کوئی چھوٹا مادہ ڈال دیں تو بڑے مادے کے گرد گردش کرنے لگتا ہے۔ یعنی مادہ اپنے اطراف کی زمان و مکاں کی جیومیٹری بدل دیتا ہے جس سے ثقل (Gravitation) مادے کے اطراف زمان و مکاں کی جیومیٹری قرار پائی اور نظریہ عام اضافی (General Relativity) کی بنیاد پڑی۔ یہ دونوں نظریوں سے فزکس تیزی سے ترقی کرنے لگی۔ 1920ء میں پولینڈ کے کلوزا (Kaluza) نے پانچ ابعادی کائنات کا تصور پیش کیا جس نے آئنسٹین کو حیرت میں ڈال دیا مگر اسے روک دیا گیا۔ امید ہے کہ جینوا کی انیم توڑ مشین سے یہ بعد مشاہدے میں آجائے گا جس سے انسانی خیالات میں ایک زبردست انقلاب کی توقع ہے۔ 1920ء میں مدراس کے گاؤں کے ایک غریب لڑکے سری نواس رامانو جان (Srinavas Ramnujan) نے جو ریاضیات میں ماہر تھا زمان و مکاں کے 26 ابعادی پتیشین گوئی کی۔ ایک وقت اور باقی 25 مکانی ابعاد (Space Dimensions) تھے۔ کیمبرج یونیورسٹی نے یکدم اسے رد کر دیا۔ آئنسٹین کی موت (1955ء) کے بعد کائنات کے نئے ابعاد کا سلسلہ پھر شروع ہوا۔ اسٹرنگ تصیوری میں ابعاد کی تعداد دس، گیارہ اور چھپیس تک پہنچ گئی جس میں وقت ایک بعد ہے باقی مکانی ابعاد ہیں۔ گیارہ ابعاد میں ثقل کو انہم مکاں میں ضم ہو جاتی ہے۔ لہذا کائنات کا یہ تصور صحیح سمجھا جاتا ہے۔

وقت کو اچھی طرح ناپا جا چکا ہے اور ریاضی معادلات (Equations) میں ضم کر دیا گیا ہے۔ گو اب بھی وقت نظر نہیں آتا مگر ریاضی معادلوں سے وہ پوری طرح ہماری سمجھ کے قابو میں ہے اور سمجھ میں آتا ہے۔ جگہ اور وقت کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا ورنہ مجموعی تبدیل ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر جگہ یا حجم میں سے کوئی

اسکے نام سے مشہور ہیں دیکر ثابت کیا کہ زمان و مکاں مطلق نہیں بلکہ اضافی ہیں۔ یعنی دو الگ الگ اشیاء نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ناممکن ہے۔ وقت کو اضافی لینے سے نظریہ خصوصی اضافی (Special Relatively) کی بنیاد رکھی گئی۔ مگر اب بھی وقت کی اصلیت کہ وہ کیا ہے پتہ نہ چل سکا۔ 1907ء میں جرمین ریاضی داں منکووسکی نے (Transformation of Coordinates) ایک کانفرنس میں یہ اعلان کیا کہ آج کے بعد سے زمان الگ اور مکاں الگ دفن ہو گئے اور جو باقی بچا وہ دونوں کا ملاپ ہے یعنی وقت کائنات کا چوتھا بعد (Demension) ہے مانند تین ابعاد لمبائی، چوڑائی اور اونچائی جو ان تینوں سے باہمی طور پر زاویہ قائمہ بناتا ہے۔ دکھائی یوں نہیں دیتا کہ ہم چار خطوط مستقیم کی ڈرائنگ یا چار پتلی سلاخوں سے ورک شاپ میں کوئی ماڈل نہیں بنا سکتے جو باہمی طور پر زاویہ قائمہ بناتے ہوں۔ ایک کمرے کے کونے میں لمبائی، چوڑائی اور اونچائی ایک دوسرے سے باہمی طور پر زاویہ قائمہ بناتے ہیں مگر ہم کوئی چوتھی سلاخ کونے میں اس طرح فٹ نہیں کر سکتے کہ وہ تینوں سے زاویہ قائمہ بنائے۔ مطلب یہ کہ چار ابعادی کائنات کا دماغی نقشہ ذہن میں نہیں آ سکتا صرف ریاضیات کی حد تک محدود ہے خیال کیا جاتا ہے کہ لاکھوں کروڑوں برس بعد انسانی دماغ میں ایک اور شعور کی یہ کار تھا ہوگا تو ہم کائنات کا چوتھا بعد وقت اسی طرح دیکھ سکیں گے جس طرح لمبائی، چوڑائی اور اونچائی نظر آتے ہیں۔ فی الحال یہ ممکن نہیں۔ لہذا وقت کی اصلیت ظاہر ہو گئی کہ وہ کائنات کی ایک لمبائی ہے بس سمت میں باقی تین ابعاد سے مختلف ہے۔ وقت کا لمبائی کا تصور عام جانوں میں موجود تھا مگر دھیان نہ جاتا تھا۔ مثلاً اکثر کہا جاتا تھا کہ فلاں شخص اسی برس کے لیے عرصے تک زندہ رہا۔ یہاں وقت کو لمبائی سے ظاہر کیا گیا ہے۔

اس سے قبل جرمن ماہر ریاضیات رائسن نے ٹینسر کیلکولس (Tensor Calculus) کی مدد سے چار ابعادی جیومیٹری ڈیویٹپ کی اور دو عجیب نتائج اخذ کئے۔ ایک یہ کہ کائنات تین سے



## ذائقہ

بعد میرے بچے شروع سے عربی اسکولوں میں پڑھے جنہیں قرآن اور حدیث صحیح پڑھایا گیا ہے۔ انکی دوسری مادری زبان عربی ہے۔ ان سے ہمیں اندازہ ہوا کہ ہندو پاک میں ہم غلط اسلام پر چلے ہیں جس پر مقامی مذاہب کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ جب میں نے ان سے پوچھا کہ اس حدیث کے ترجمہ میں لفظ اللہ ہر وقت ہے تو انہیں تعجب ہوا اور جواب دیا کہ بالکل نہیں اور صحیح ترجمہ اس طرح کیا "زمانے کو برامت کہو زمانہ اللہ سے ہے" یعنی میں زمانہ نہیں ہوں بلکہ زمانے کو دھارتا یا ہاتا ہوں اس لئے زمانے کو برا بھلا کہنا مجھے برا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔ یہی سوال میں نے شعبہ فزکس کے سعودی اساتذہ اور میرے بنائے ہوئے سعودی عرب کے بھری کیلنڈر کی کمیٹی کے (جکا میں ٹیکنیکل ممبر تھا) علما سے دین سے پوچھا تو انہوں نے بھی ترجمہ بتایا اور زمانہ کا ترجمہ وقت کو غلط قرار دیا۔

اب میری سمجھ میں آیا کہ زمانے کو وقت تصور کرنے میں کیا غلطی ہوئی۔ گوزمانے میں وقت کا کوئی کردار ضرور ہے مگر وہ زمانہ نہیں ہو سکتا۔ اس نقطے کو از روئے ریاضیات اچھی طرح سمجھایا جاسکتا ہے۔ مثلاً رفتار برابر ہے فاصلہ تقسیم وقت کے۔ ریاضیات میں اس طرح لکھیں گے  $V = L/T$  جہاں  $V$  رفتار  $L$  لمبائی یا فاصلہ اور  $T$  وقت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رفتار نہ تو فاصلہ ہے نہ وقت ہے بلکہ انکا کوئی ملا جلا ریاضی رشتہ ہے جسے انگلش میں فنکشن (Function) کہتے ہیں جسکی صحیح صورت و قیمت دئے ہوئے معادلے (Equation) سے ملتی ہے۔ لفظ فنکشن کا ترجمہ عربی میں تقابل ہے مگر مجھے اردو میں کوئی موزوں لفظ نہیں ملا۔ مثل مشہور ہے کہ آنکھ (محفل) والا تیری قدرت کا تماشا دیکھے۔ اس پر میں نے فنکشن کا ترجمہ تماشا کیا۔ جس کی رو سے رفتار تماشا ہے فاصلے اور وقت کا مگر خود فاصلہ یا وقت نہیں ہے۔ اسی طریقی ٹھکی فورس  $F$  کی معادلہ ہے  $F = GMm/r^2 = f(M, m, r)$  جہاں  $G$  ایک ثابت (Constant) ہے اور  $f$  فنکشن ہے۔ اسے ریاضیات میں اس طرح لکھا جاتا ہے  $F = G \times f(M, M, r)$  لہذا ٹھکی فورس  $F$  نہ تو  $M$  سے نہ  $m$  سے بلکہ انکا ملا جلا کوئی ریاضی رشتہ یا تماشا فنکشن ہے جسکی

ایک چوڑائی یا اونچائی نکال دی جائے تو وہ حجم نہیں رہتا بلکہ دوابعادی سطح ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کائنات یا زمان و مکاں میں سے زمان یا وقت نکال دیا جائے تو کائنات صرف جگہ رہ جاتی ہے جس میں سے وقت کا وجود ختم ہو جاتا ہے جو ہماری کائنات نہیں ہے کیونکہ کائنات میں حرکت کا وجود ہوتا ہے کہ وقت موجود ہے۔ لہذا یہ سمجھنا کہ کائنات نہ بھی ہوئی تو زمان یا وقت ہوتا بالکل لغو ہے۔ اس کا ریاضی یا تجرباتی ثبوت چاہئے ورنہ خیالی پلاؤ یا گپ شپ سے نہ منطق کے لئے قابل قبول ہے نہ سائنس کے لئے۔ وقت پہلے سے تھا اور جبکہ بعد میں جنم دیا از روئے ریاضیات و فزکس سخت لغو خیال ہے۔ دونوں کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ دونوں ایک ساتھ وجود میں آئے اور ایک ساتھ فنا ہو گئے (اگر ہوئے تو)۔

قرآن میں اللہ زمانے (العصر) کی قسم کھاتا ہے تو امام شافعی نے سورہ عصر کی تفسیر میں لکھا کہ اللہ کا زمانے کی قسم کھانے سے مراد وہ خود اپنی قسم کھاتا ہے یعنی زمانہ اللہ ہے۔ اس کے ثبوت میں وہ حدیث قدسی کا حوالہ دیتے ہیں کہ "زمانے کو برامت کہو میں خود زمانہ ہوں"۔ حدیث بخاری۔ قرآن میں لفظ العصر اور حدیث میں عربی لفظ اللہ ہر کا ترجمہ "زمانہ" صحیح ہے۔ مگر یہ منطق کہ اس سے زمانہ خدا ہو جاتا ہے بالکل غلط ہے کیونکہ اللہ قرآن میں انجیر، زیتون اور کوہ طور وغیرہ کی بھی قسم کھاتا ہے تو کیا یہ سب چیزیں اللہ ہو گئیں؟ اور جب ہم انجیر و زیتون کھاتے ہیں تو کیا اللہ کو کھا جاتے ہیں؟ نعوذ باللہ۔ زمانے کا ترجمہ "وقت" (Time) بالکل ہی غلط ہے۔ یہی غلطی علامہ اقبال سے بھی ہوئی۔ اس حدیث کو انگلش میں سمجھاتے ہوئے انہوں نے انگلش میں ایک کتاب لکھی کہ وقت کیا ہے (What is Time)؟ جس میں اس حدیث کا انگلش ترجمہ اس طرح کیا "Do not Villify Time, Time is God)" انہوں نے لفظ دہر کا ترجمہ "وقت" کیا۔ میں نے پہلی بار اسکول کے زمانے میں یہ حدیث اسی انگلش کتاب میں پڑھی اور حیران رہ گیا۔ سعودی عرب آنے کے



## ذائقہ

ابتداء ہوگی اور آخر الذکر سے وہ قدم قدم ہو جائیگا۔ چونکہ اب تک وقت کی کوئی ایسی معادلہ ہے نہ ملنے کی توقع ہے تو کیونکر اللہ کو زمانی و مکانی تسلیم کر کے معادلے میں ڈھالا جاسکتا ہے؟

دوسرے اعتراضات مندرجہ ذیل ہیں۔ اگر وقت بہ رہا ہے تو کیا اللہ بھی بہ رہا ہے؟ وقت اللہ کا تخلیق کردہ ہے اب اگر اللہ خود وقت ہے تو اس نے اپنے آپ کو خود خلق کیا لہذا اسکی ابتداء ہونی چاہئے۔ ایسی شے اللہ ہو نہیں سکتی۔ یہ تصور عیسائیت میں ہے کہ اللہ خود انسانی شکل اختیار کر کے بی بی مریم کے بطن سے پیدا ہوا اور اپنے اختتام پر اس وقت پہنچ گیا جبکہ مٹی بھرا انسانوں نے اسے مار پیٹ کر سولی پر چڑھا یا مگر یہ بے خدا کی کائنات قائم و دائم رہی۔ فارسی میں خدا کا

اصل قیمت دئے ہوئے معادلے سے ملتی ہے۔ بس یہی غلطی امام شافعی اور علامہ اقبال سے ہوئی کیونکہ دونوں ریاضیات کے ماہر نہ تھے اور زمانے کو وقت کے فنکشن کی بجائے بذات خود وقت تصور کرنے لگے۔

اگر وقت کو اللہ مان لیا جائے تو بہت سے اعتراضات سامنے آتے ہیں۔ وقت طبیعی کائنات کا ایک بُعد (Dimension) ہے لہذا طبیعی یعنی زمانی مکانی ہوا جسے لیبارٹری میں ناپا تو لا جاسکتا ہے جبکہ اللہ زمان و مکان سے آزاد ہے تو ہم کیونکر اسے لیبارٹری میں ناپ تول سکتے ہیں؟ یا اس قسم کی معادلہ نکال سکتے ہیں Integral God dg جسکے حدود یا تو صفر سے مالانہا یہ (Infinity) یا ممتدی مالا نہا یہ سے مثبت مالانہا یہ تک ہو سکتے ہیں۔ اول الذکر حدود سے اللہ کی

محمد عثمان  
9810004576

اس علمی تحریک کے لیے تمام تر نیک خواہشات کے ساتھ

## ایشیا مارکیٹنگ کارپوریشن



**Asia marketing corporation**

Importers, Exporters & Wholesale Supplier of:  
MOULDED LUGGAGE EVA SUITCASE, TROLLEYS,  
VANITY CASES, BAGS, & BAG FABRICS

6562/4, CHAMELIAN ROAD, BARA HINDU RAO, DELHI-110006 (INDIA)  
phones : 011-2354 23298, 011-23621694, 011-2353 6450, Fax: 011- 2362 1693  
E-mail: asiemarkcorp@hotmail.com  
Branches: Mumbai, Ahmedabad

ہر قسم کے بیگ، ایٹچی، سوٹ کیس اور بیگوں کے واسطے نایلون کے تھوک بیواری نیز امپورٹرو ایکسپورٹرو  
نون : 011-23621693 : 011-23543298, 011-23621694, 011-23536450,

پتہ : 6562/4 چمیلیئن روڈ، بارہ ہندو راء، دہلی-110006 (انڈیا)

E-Mail : osamorkcorp@hotmail.com





## ڈائجسٹ

علماء کی پیروی کرتے ہوئے بہک کر غلط مذہبی خیالات کے پیرو ہو کر نعرہ تکبیر لگانے لگتے ہیں اور سائنس کو بریاء غلط گردانتے ہوئے بچوں کو اس سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ خود بچے بھی دور رہنا چاہتے ہیں۔ یہی موقف ہمارے علماء دین نے صدیوں سے اختیار کر رکھا ہے جس سے آج مسلم قوم کا تعداد فائنالس اور بے شمار قدرتی ذرائع کے باوجود جو حشر ہے ہمارے سامنے ہے۔ اب اگر ہم پڑھے لکھوں کا موقف بھی یہی رہا تو ڈاکٹر اسلم پرویز جیسے اسلام سنجیدہ اور مخلص لوگوں کا رسالہ سائنس نکالنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا جس سے وہ مسلمانوں میں سائنس کی سمجھ بوجھ اجاگر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ قوم صحیح راہ پر گامزن ہو جائے۔ بس آخر میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے او ناداں مسلمانو  
تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

مطلب وہ جو خود سے آیا لہذا اسکی ابتداء ہوئی۔ جسکی ابتداء ہے اسکی انتہاء بھی ضروری سمجھی جاتی ہے تو خدا کی بھی انتہاء ہوئی جسکے بعد وہ نابود یا ختم ہو جائے گا۔ ایسے تصورات اسلام کے سراسر خلاف ہیں۔ اگر کسی پر برا وقت آیا تو اللہ اسکے لئے برا ہو گیا اور اچھے وقت والے کے لئے اچھا ہو گیا۔ گویا اللہ اپنی مخلوق کے بدلتے حالات کے تحت گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے۔ یہ کیسا اللہ ہوا؟ وقت ایک لمبائی ہے لہذا اللہ بھی لمبائی ہوا جسے ناپا جاسکتا ہے اور جو چوڑائی اور اونچائی سے زاویہ قائمہ بناتا ہے۔ وقت گزرتا رہتا ہے تو اللہ بھی گزرتا رہتا ہے۔ روشنی کے لئے وقت صفر ہوتا ہے تو اللہ بھی صفر ہو جاتا ہے۔ اگر وقت کی ابتداء اور انتہاء ہے تو اللہ کی بھی ابتداء اور انتہاء ہونا چاہئے۔ وقت اضافی ہے جسکا انحصار رفتار پر ہے لہذا اللہ بھی اضافی ہوا اس طرح کے ہوائی جہاز اور راکٹ میں بیٹھے ہوئے دو مسافروں کے اللہ مختلف ہو گئے۔ اسی طرح مسجد میں آپکا خدا سفر والے خدا سے مختلف ہوگا۔ اگر وقت خدا ہے تو خالق ہو گیا جبکہ اسلام میں خدا ہر شے کا خالق ہے بشمول وقت کے۔ ہمارا اسلامی اعتقاد ہے کہ اللہ زمان و مکاں سے آزاد ہے اور اسکا خالق ہے۔ اگر وقت کو اللہ مان لیا جائے تو یہ شرک ہے کیونکہ اللہ کی ذات میں کسی طبعی یا غیر طبعی شے کو شریک کرنا شرک ہے۔

امید کے قارئین کو اب اللہ زمانے اور وقت میں فرق معلوم ہو گیا اور یہ کہ زمانہ یا وقت اللہ کی خلق کردہ مخلوق ہے نہ کہ اللہ ہے۔ میں نے اسی رسالے میں بار بار تاکید کی ہے کہ قرآن و شریعت کا موازنہ سائنس کی بڑھتی ہوئی چمک دیمک سے کرنے کے لئے دو اہم باتوں کو مد نظر رکھا جائے۔ ایک موازنہ کرنے والا قرآن کے زمانے کی عربی اور محاوروں میں مہارت رکھتا ہو اور دوسرا جس سائنس کی شاخ سے موازنہ کر رہا ہو اس میں ریسرچ کی حد تک مہارت ہو ورنہ غلط ترجمہ یا تاویل کر کے امیبہ مسلہ کو گمراہ کرنا ہوگا کیونکہ مسلمانوں پر مذہب کا اثر بہت زیادہ ہے اور علم کی کمی کی وجہ سے وہ بہت جلد تاویل

## اردو دنیا کا ایک مفرد رسالہ

### اردو بک ریویو

اللہ! 9 برسوں سے مسلسل شائع ہو رہا ہے

اہم مشمولات:

- ہر مضمون کی کتابوں پر تبصرے اور تعارف
- اردو کے علاوہ انگریزی کی اور ہندی کتابوں کا تعارف و تجزیہ
- ہر شمارے میں نئی کتابوں (New Arrivals) کی مکمل فہرست
- یونیورسٹی سطح کے تحقیقی مقالوں کی فہرست
- رسائل و جرائد کا اشاریہ (Index)
- وفیات (Obituaries) کا جامع کالم
- شخصیات: یاد رفتگان
- فکریہ مضامین اور بہت کچھ
- صفحات: 96 فی شمارہ: 20 روپے

سالانہ: 100 روپے (عام) طلباء: 80 روپے تاحیات: 3000 روپے  
پاکستان: بنگلہ دیش، نیپال: 200 روپے دیگر ممالک: 15 یو ایس ڈالر

TRDU BOOK REVIEW Monthly

1739/3 (Basement) New Kohinoor Hotel,  
Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002  
Ph: (O) 23266347 (R) 22449208

زابطہ



## برگ تراش چیونٹیاں

کھاتی ہیں جن سے ان کی پرورینی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

دیکھا گیا ہے کہ پھپھوند کے ان باغات سے لٹا چیونٹیوں کو ہٹا دینے پر کچھ ہی دن میں اس مخصوص پھپھوند کے علاوہ وہاں فالتو اور مفر قسم کی پھپھوند بھی پیدا ہونے لگتی ہے جس سے ان کے باغات خراب ہونے لگتے ہیں لیکن چیونٹیوں کی موجودگی میں ایسا نہیں ہو پاتا۔ آخر

اس کی کیا وجہ ہے؟ ماہرین نے معلوم کیا ہے کہ لٹا چیونٹیوں کے لعاب میں اینٹی بائیوٹک تاثیر ہوتی ہے جو باغات میں غیر ضروری پھپھوند کو پنپنے نہیں دیتی۔ اس سلسلے میں کتنے ہی سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں۔ چیونٹیوں نے بھلا وہ مخصوص کھانے والی پھپھوند کس طرح تلاش کر لی جو ان کی پرورینی ضروریات کی کفالت کرتی ہے؟ پھر بھلا انہیں یہ کس نے بتایا



پتے کاٹ کر لے جاتی ہوئی برگ تراش چیونٹیاں جو چلے ہوئے اپنے لئے ایک صاف راستہ بنا لیتی ہیں

پتے کاٹنے والی چیونٹیوں کو سائنسی زبان میں لٹا (Atta) کہتے ہیں۔ ان کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ وہ درختوں کے پتے کاٹ کر اپنی بستی میں جاتی ہیں۔ وہ اپنے سے بہت بڑے سائز کے پتے کاٹ کر یوں چلتی ہیں کہ خود نظر ہی نہیں آتیں اور دیکھنے والوں کو محسوس ہوتا ہے گویا بڑے بڑے مخصوص انداز کے کٹے پتے خود ہی

لائن بنا کر چلتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ اتنے زیادہ پتے کاٹ لیتی ہیں کہ بعض جنگلات میں تو 15 فی صد پتے کم ہو جاتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق چیونٹیوں کا ہمیشی نظام سلیب زہضم کرنے کا اہل نہیں ہے، پھر بھلا یہ چیونٹیاں ان پتوں کو کیوں کاٹی ہیں اور کس کام کے لئے اپنے گھر لے جاتی ہیں؟ دراصل وہ انھیں لے جا کر اپنی بستی کے

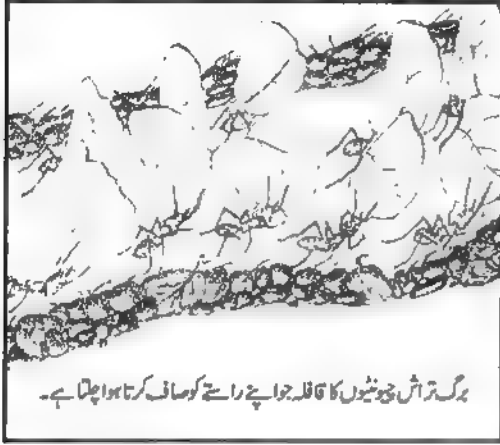
مخصوص خانوں کے فرش پر بچھا دیتی ہیں۔ چیونٹیاں اس میں مٹی، اپنا لعاب اور فضلہ ملا کر کھاد والی زمین تیار کرتی ہیں جس میں وہ ایک قسم کی پھپھوند باہر سے لا کر بودیتی ہیں۔ کچھ ہی روز بعد پھپھوند کے کھیت تیار ہو جاتے ہیں اور پھپھوند کے اوپر ہی سرے اُن کے لوگوں جیسے چھوٹے چھوٹے گولے بنا لیتے ہیں۔ چیونٹیاں انہیں کاٹ کاٹ کر

کہ اسے باغات میں اگایا بھی جاسکتا ہے؟ اسے اگانے کے لئے زمین کی تیاری کا طریقہ اور کھاد بنانے کا فارمولہ آخر انہیں کہاں سے ملا؟ انہیں یہ علم کیونکر ہوا کہ ان کے اپنے لعاب میں جراثیم کش خصوصیات موجود ہیں اور اسے مٹی میں ملانے پر فالتو اشیاء خود بخود ختم ہو جاتی ہیں اور صرف کھانے والی پھپھوند ہی پیدا ہوتی ہے؟ اس



## ڈائجسٹ

دیتی ہے۔ جب اس کے انڈوں سے لاروے نکلتے ہیں تو وہ لٹا چیونٹی کے سر کو اپنی غذا بناتے ہیں اور نتیجتاً چیونٹی کا سر جسم سے الگ ہو جاتا



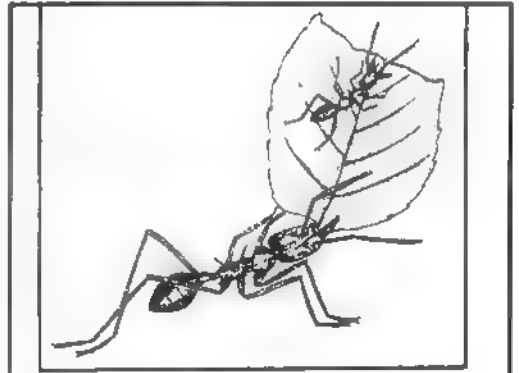
ہے اور وہ مر جاتی ہے۔ عام صورت ہو تو لٹا اپنے لمبے، نوکیلے دانٹوں کا استعمال کر کے اس کھسے سے مقابلہ کر سکتی ہے لیکن جب اس کے منہ میں پتا دبا ہوا ہو تو وہ اپنی حفاظت کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ اس نے ان حالات سے نبرد آزما ہونے اور اپنا دفاع کرنے کے لئے ایک انوکھا طریقہ نکالا ہے۔ پتے کاٹ کر لانے والی درمیانہ ساز کی یہ چیونٹی اپنی حفاظت کے لئے ہمیشہ ایک چھوٹے ساز کی مزدور چیونٹی کو اپنے ساتھ لے کر چلتی ہے۔ پہلے پہل تو لوگوں نے اسے محض ایک اتفاق تصور کیا لیکن بعد کی تحقیقات سے پتا چلا کہ یہ ایک دانستہ عمل ہے۔ جب بھی درمیانہ ساز کی لٹا چیونٹی پتے کو اپنے منہ میں دبا کر چلتی ہے تو چھوٹے ساز کی مزدور چیونٹی کو درپے پر سوار ہو جاتی ہے اور جوں ہی حملہ آور کھسے انڈے دینے کی نیت سے لٹا کے قریب آنے کی کوشش کرتی ہے تو وہ اپنے لمبے، نوکیلے دانٹ پھیلا کر اسے خوف زدہ کر دیتی ہے اور بھگا دیتی ہے۔ در آخر کھسے کیا یہ ایک حقیر سی چیونٹی کی اپنی ذہانت ہو سکتی ہے یا پھر یہ اس مالک حقیقی کا انتظام ہے جس نے تمام مخلوقات کو بنایا اور پھر انہیں زندگی بسر کرنے اور اپنی حفاظت کرنے کے طریقہ عنایت فرمائے۔

پتے کاٹنے والی لٹا چیونٹیوں کا ایک اور کارنامہ ملاحظہ فرمائیے:

خصوصیت کا حامل لعاب بھی آخر ان کے اپنے جسم میں کہاں سے آگیا؟ یہ چیونٹیاں انتہائی ذہین مخلوق ہیں جنہیں انسانوں نے غلطی سے ادنیٰ جانور کے زمرے میں شامل کر رکھا ہے یا پھر ان کی پوری کارکردگی میں کسی اور کی ذہانت کا فرما ہے؟ یہ اور ان جیسے نہ جانے کتنے سوالات ہمارے ذہنوں میں ابھرتے ہیں جن کی وضاحت ہمارے لئے ممکن نہیں۔ البتہ ایک جواب اس سب کا حل پیش کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ ایک خالق عظیم کی کرشمہ سازی ہے جس نے دوسری مخلوقات کے ساتھ لٹا جیسی چیونٹیاں بھی پیدا فرمائیں اور پھر ان کی تقدیر بھی متعین فرمائی۔ انہیں پیدا کر کے اس نے انہیں یوں ہی چھوڑ نہیں دیا بلکہ ایک ایک قدم پر ان کی رہنمائی کا انتظام بھی فرمایا۔ اس کے بغیر یہ سب خود بخود ہونا کسی صورت سے ممکن نہ تھا۔

آئیے اللہ کی اس کرشمہ سازی کا ایک اور پہلو ملاحظہ کریں:

لٹا کی ننھی ننھی مزدور چیونٹیاں سارا سارا دن سخت محنت کرتی ہیں اور جنگلات سے لگا تار پتے کاٹ کر ہستی میں لاتی رہتی ہیں۔ انہیں اپنے



ایک برگ تراش چیونٹی جس کے پتے پر چھوٹے ساز کی ایک مزدور چیونٹی حفاظت کے لئے موجود ہے۔

کام میں بعض دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ان کے دشمنوں میں ایک حملہ آور کھسے بہت خاص ہے۔ اللہ نے اس کھسے کو ایک عجیب و غریب عادت بخشی ہے کہ اس کی مادہ ہمیشہ لٹا چیونٹی کے سر پر انڈے



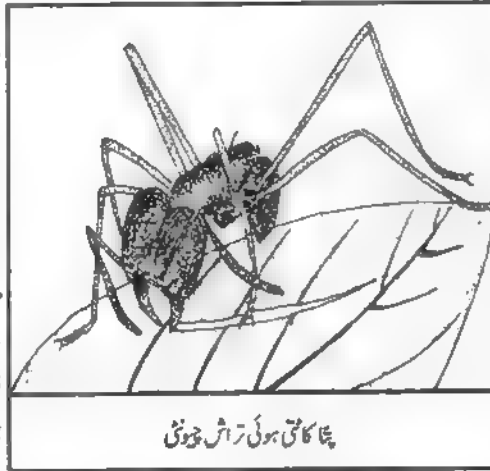
## ڈائجسٹ

ایٹا چیونٹیوں کے پٹا کاٹنے کا طریقہ بھی کچھ کمزور نہیں ہے۔ جب چیونٹی اپنے دانتوں سے پٹے کو کاٹتی ہے تو اس کا سارا جسم تھرا ہوتا ہے۔ ماہرین کا مشاہدہ بتاتا ہے کہ جسم کو اس طرح ہلانے سے پٹا اپنی جگہ پر جم رہتا ہے اور اسے کاٹنے میں بھی سہولت ہوتی ہے۔ ساتھ ہی چیونٹیاں اپنے پیٹ پر موجود دو چھوٹے چھوٹے عضویات کی رگڑ سے آواز بھی پیدا کرتی جاتی ہیں جو دوسری مزدور چیونٹیوں کے لئے باعث کشش ہوتی ہے۔ جنگلات میں کئی طرح کے درخت ہوتے ہیں جن میں سے بعض زہریلے بھی ہوتے ہیں۔ پٹے کو کاٹنے سے پہلے انہیں شناخت کرنا ضروری

ہوتا ہے۔ اگر درخت کے پتوں کو کاٹنے سے پہلے شناخت کیا جائے تو کام بہت دشوار ہو جائے گا۔ اس لئے کچھ چیونٹیاں پہلے ایک درخت کی جانچ کر لیتی ہیں اور پھر اس کے پتوں کو کاٹنے کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ آواز سے دوسری مزدور چیونٹیاں بھی وقت ضائع کئے بغیر براہ راست جگہ تک پہنچ کر پٹے کاٹنے کے کام میں شامل ہو جاتی ہیں۔

چیونٹی اپنے جسم کے پچھلے حصے کو تیزی سے ڈالتے ہوئے تھرا کرتے انداز سے پٹے کو ہلانے کا عمل میں کچھ اس طرح کاٹتی ہے کہ دیکھنے میں لگتا ہے کہ اسے کسی دندانے دار چاقو سے کاٹا گیا ہے۔

پٹے کاٹنے والی چیونٹیوں کے طور طریقے اتنے حیران کن ہیں کہ انہیں دیکھ کر انسان کا دل خود بخود اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ یہ سب رب عظیم ہی کی کاری گری ہے جس نے ایک حقیر اور بے شعور مخلوق کو انتہائی قیمتی مہارت سے بھر پور طریقے سکھائے ہیں۔



پٹا کاٹتی ہوئی تراش چیونٹی

جنگلات سے پٹے کاٹ کر اپنی بستی میں لانے والی چیونٹیوں کے راستے پر اگر آپ ایک نظر ڈالیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ اسے خاص طور سے بنایا گیا ہے۔ وہ گویا ایک ننھا ساہائی وے (Highway) ہے جو انتہائی صاف تھرا ہے اور دیکھنے والوں کو پتلی سی ایک مٹی کی مانند نظر آتا ہے۔ دراصل اس راستے پر چلنے والی ایٹا چیونٹیاں وہاں پڑی ہوئی درختوں کی ٹہنیوں، چھوٹے پتھروں، گھاس پھوس اور غیر ضروری پودوں کو صاف کرتی ہوئی چلتی ہیں۔ وہ ان چیزوں کو ہٹا کر راستے کے دونوں طرف ڈھیر کرتی جاتی ہیں اور اس طرح ان کا راستہ ایک صاف تھرا ہائی وے میں تبدیل ہو جاتا ہے

ادھر دیکھنے والوں کو لگتا ہے گویا اسے خصوصیت کے ساتھ تعمیر کیا گیا ہے۔

ایٹا کو لوئی ریت کے دانوں کے برابر مزدوروں اور ایسے سپاہیوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کا قد ان سے کئی گنا بڑا ہوتا ہے۔ یہ سپاہی چیونٹیاں دوڑنے میں ماہر ہوتی ہیں اور کبھی پتوں کو کاٹ کر بستی میں لاتے ہیں۔ یہ چیونٹیاں بے حد سختی ہوتی ہیں۔ اگر انسانی پیالے پر ان کا موازنہ کیا جائے تو ہر مزدور چیونٹی چار منٹ فی میل کے

حساب سے تقریباً تین میل طے کر لیتی ہے اور اس کے کاغذوں پر 500 پونڈ یعنی 227 کلوگرام کا وزن ہوتا ہے۔ ایٹا چیونٹیوں کی بستی میں بعض گیلر بڑ چھ چھ میٹر تک گہری ہوتی ہیں۔ ننھی چیونٹیاں اپنی بستی کی تعمیر میں تقریباً 40 ٹن مٹی کو ہٹاتی ہیں۔ چند سالوں میں تعمیر کی گئی ایک بستی کا مقابلہ انسانوں کے ذریعے مکمل کئے گئے کسی بھی بڑے پروجیکٹ سے کیا جاسکتا ہے۔ ان کاموں میں جس محنت اور قیمتی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے یہ کہنا کہ یہ چیونٹیوں کا اپنا کمال ہے محض حماقت پر مبنی ہوگا۔ یہ تو اس رب جلیل کی کرشمہ سازی ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا اور انہیں ٹھیک ٹھیک راہ دکھلائی۔



## جینس (Jeans) کی کہانی تاریخ کی زبانی

سے اس کارنگ اڑ جاتا تھا اور جینس بالکل سفید ہو جاتی تھی۔ 1850ء میں کیلی فورنیا میں سونے کی کانوں کی دریافت ہوئی۔ کانوں میں 24 گھنٹے کام کرنے والے مزدوروں کو لمبے وقت تک نکاؤ رہنے والے کپڑوں کی ضرورت تھی اس ضرورت کو جرمنی کے ایک یہودی تاجر Leob نے پورا کیا۔ Leob ہی بعد میں Levi ہو گیا۔ اس نے Denim کے مضبوط کپڑے کے شرٹ اور پینٹ تیار کئے۔ کپڑوں کے ایک اور یو پارٹی Jacob Davis نے جب دیکھا کہ کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی جینس اکثر سلائی پر پھٹ جاتی ہے اور اسے دوبارہ سلنے میں کافی دشواری آتی ہیں تو اس نے سلائی کے جھڑوں پر اور جیبوں پر لگانے کے لئے تانبے کی گول میخوں کا استعمال کیا۔ اس نے یہ ترکیب Levi کو بتائی اور ان دونوں نے مل کر 1837 میں خوبصورت میخوں کی جیب والی جینس کا Patent حاصل کر لیا۔



1880 میں Levi کی جینس کی شکل و صورت کافی تبدیل شدہ تھی۔ وہ جینس کافی موٹے کپڑے کی بنی ہوئی، سونے دھاگے سے سلی ہوئی، جیبوں کے کناروں پر گول میخیں، پچھلے جیبوں پر ڈیزائن اور ان پر دو چمڑے کے پیوند۔ اس طرح کی جینس کے کئی ماڈل بنائے گئے اور ان ماڈل کو نمبر بھی دیئے گئے۔ ڈینم کی جینس کی چٹلون 501s کہلائی جانے لگی۔

مختلف قسموں کے لباس میں آج جینس کی چٹلون، شرٹ اور کوٹ کی خاص اہمیت ہے۔ جہاں دیکھیے نو جوان لڑکے لڑکیاں جینس کی چٹلون میں لباس نظر آتے ہیں۔ آج جینس فیشن سے لے کر روزمرہ زندگی کا حصہ بن چکی ہے۔ کیا بچہ کیا جوان، ہر عمر کے مرد و خواتین، ہر پیشے سے وابستہ افراد جینس کا استعمال کر رہے ہیں۔ لیکن کیا آپ کو پتا ہے کہ جینس کی یہ چٹلون جسے آپ جس صورت میں آج پاتے ہیں وہ اپنی ایک تاریخ رکھتی ہے اور ارتقا کے مختلف منازل طے کر کے اس مقام تک پہنچی ہے۔ Denim جینس کی سب سے پرانی کہانی ہے۔ جس کا وجود یورپ سے ہوا۔ جینس کی چٹلون کا استعمال سب سے پہلے Genoa، اٹلی کے بحری جہازوں کے ملاحوں نے 1600ء کی صدی میں کیا۔ اٹلی کے نیوی کے سپاہی جینس کی چٹلون کو بہت آرام دہ مانتے تھے کیونکہ وہ اسے گیلی میا سوکھی دونوں حالتوں میں پہنتے تھے اس کے علاوہ جینس کے پانچے اوپر چڑھانے پر وہ جلدی نیچے نہیں آتے

پاتے تھے جینس کے لئے اون کی کپڑا جسے Serge کہا جاتا تھا، فرانس کے ٹائکس نامی شہر سے آتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ٹائکس کا Serge ہی Denim ہو گیا۔ یہ کپڑا نیلے رنگ کا ہوتا تھا۔ اسی لئے جینس کے لئے نیلے رنگ کا استعمال زیادہ ہوتا تھا۔ ملاج اس کپڑے کو بڑے سے جال میں باندھ کر سمندر کے پانی سے دھوتے تھے، جس





## ڈائجسٹ

(Rebel without a cause) اسی وجہ سے چند امریکی اسکولوں نے طلبہ کے جنینس پہننے پر پابندی لگا دی تھی۔

1950 میں گریت ویسٹرن گارمنٹ کمپنی کے مالک ڈونالڈ فری لینڈ نے جنینس کی صفائی کے لئے Ston-washing کا استعمال کیا۔ 1960 کا دور جنینس فیشن کا دور رہا۔ اس دور میں رنگین، کشیدہ کاری کی ہوئی، سفید غرض مختلف طرح کے جنینس کے برائڈ منظر عام پر آئے۔ کچھ مشرقی ممالک نے جنینس کو مغربی زوال کی علامت سمجھ کر اس کے پہننے کی مخالفت بھی کی۔

1978 کے بعد جنینس کے ڈیزائنز مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کے لئے بھی بنائے گئے۔ اسی دور میں Calvin Klein اپنی ڈیزائنز جنینس بازار میں لائی۔ کمپنی نے اپنی جنینس میں ایک نیا کام کیا اور پچیس جیبوں پر کمپنی کا نام لکھا یہ جنینس بہت مشہور ہوئی اپنی افتتاح کے پہلے ہی ہفتے میں Calvin نے دو لاکھ جنینس فروخت

اسی زمانے میں Ohio میں ایک تاجر Henry David Lee نے کپڑے کی مل شروع کی۔ اور Denim کے ٹیکسٹس، کوٹ بنانا شروع کئے۔ Lee نے ہی دنیا کو پہلی Zipper fly دی۔

1930 کے قریب ہولی وڈ (Hollywood) فلموں میں بھی جنینس کی موجودگی دکھائی دینے لگی۔ ان فلموں میں گھوڑوں کے اصطبل میں کام کرنے والے چرواہوں کو Denim پہنے دکھایا جاتا تھا۔ جنینس کی موٹی اور تنگ چٹون گھوڑے کی زین سے ان کی رانوں پر ہونے والے زخموں سے ان کی حفاظت کرتی تھی۔

دوسری عالمی جنگ کے موقع پر امریکی فوجی چھٹی کے اوقات میں جنینس پہنا کرتے تھے۔ اور ٹیکسٹری میں کام کرنے والے تو ڈیوٹی ہی جنینس پہن کر کرتے تھے۔ Levi دنیا کا نمبر ایک برائڈ تھا۔ Wrangler اور Lee بھی مشہور برائڈ تھے۔ 1950 اور 1960 کی دہائی میں جنینس نہ صرف نوجوانوں کی یونیفارم بن گئی تھی بلکہ نوجوانوں میں بغاوت کی علامت بھی بن گئی تھی۔ (1915 film-)

**SERVING  
SINCE THE  
YEAR 1954**



**011-23520896  
011-23540896  
011-23675255**

**BOMBAY**

**BAG**

**FACTORY**

8777/4, RANI JHANSI ROAD, OPP. FILMISTAN FIRE STATION  
NEW DELHI- 110005

3377, Baghichi Achheji, Bara Hindu Rao, Delhi- 110006

**Manufacturers of Bags and Gift Items  
for Conference, New Year, Diwali & Marriages**



## ڈانچسٹ

کے لوگوں میں مقبول ہیں پھیٹی ہوئی، میلی، سلائی کھلی ہوئی جنس جو جوانوں کا پسندیدہ لباس ہیں۔ بالی ووڈ کے فلمی ستارے بھی جنس کے اشتہارات میں دکھائی دیتے ہیں۔ آنے والے دنوں میں جنس کے استعمال اور مقبولیت میں اور اضافہ ہونے کے امکانات نظر آتے ہیں۔

کی۔ Calvin Klein نے جیبوں کے مختلف ڈیزائن بنا کر اپنے برانڈ کی خاص پہچان بنائی۔ اشتہارات میں بھی ڈیزائنر جنس کا خوب چھ چار ہا۔

1990 کی دہائی میں نوجوانوں کی سوچ میں پھر تبدیلی ہوئی 50s اور دوسری روایتی جنس کے ماڈلس، جن میں نوجوانوں نے اپنے والدین اور ان ہی کی عمر کے افراد کو دیکھا تھا، وہ ان سے بیزار دکھائی دینے لگے۔ اب نوجوانوں نے صرف نیلی (Blue) جنس پہننی شروع کی۔ علاوہ ازیں نوجوانوں نے Casual جنس پہننے کے ساتھ ساتھ Cargo اور Chinos پہننا شروع کیا۔ اس تبدیلی کے باعث Levi کو اپنی پرانی جنس بنانے والی پلیس بند کرنی پڑی۔

لیکن Denim ایک بار پھر انتقام کے جذبے کے ساتھ واپس آئی۔ اور اتنی مقبولیت حاصل کی کہ راتوں رات تمام برانڈس پر چھا گئی اور Versace، Chanel، Dior، Gucci اور Chloe کو مجبوراً Denim کے ڈیزائن کو اختیار کرنا پڑا۔ 1990 کی دہائی کے وسط میں Denim دنیا کا سب سے بڑا جنس کا برانڈ بن گیا۔ Luxury، Denim دنیا میں پوشاک کی سب سے ترقی یافتہ کمپنی بن گئی۔ اس کی ایک چٹلون کی قیمت \$3,134,511 لاکھ روپے تھی۔ Denim نے فیشن میں نئے اقوام کے اور جیبوں پر 14 کریمٹ سونے، قیمتی پتھر اور ہیرے کی میٹھیں لگائی۔

Denim جنس کی قیمت \$7,500 (7.3 لاکھ روپے) تھی۔ دنیا کی سب سے قیمتی جنس جو Swarovski کے Crystals سے ملوث تھی، کی قیمت \$10,000 یعنی تقریباً 4.9 لاکھ روپے تھی۔

فیشن کے علاوہ موجودہ دور میں جنس روزمرہ کے استعمال کا جو بن چکی ہے۔ آج مختلف رنگوں کی جنس بازاروں میں موجود ہے۔ Evisn جنس کی ایک کمپنی ہے جو آج جنس کی سلائی کے لئے نئی تکنالوجی کی بجائے پرانی لوم کی مشینوں کا استعمال کرتی ہے۔ اور مختلف رنگوں کے Shades بھی بناتی ہے۔ جنس آج کل ہر قسم

## قومی اردو کنسل کی سائنسی اور تکنیکی مطبوعات

- 1- موردن کنکالونی ڈائریکٹری ایم۔ اے۔ جی۔ ظہیر اللہ خاں =/28
- 2- نوریات ایف۔ ڈبلیو سیرس مار۔ کے۔ رستمی =/22
- 3- ہندوستان کی زرعی زمینیں سید مسعود حسین جعفری =/13  
اور ان کی زرخیزی
- 4- ہندوستان میں سوزوں ایم۔ ایم۔ جی۔ ڈاکٹر ظہیر اللہ خاں =/10
- 5- حیاتیات (حصہ دوم) قومی اردو کنسل =/5
- 6- سائنس کی تدوین ڈی ایمین شرما =/80  
(تیسری طباعت) آر پی شرما نظام دھیر
- 7- سائنسی شعائیں ڈاکٹر احرار حسین =/15
- 8- فن منہ تراشی کلیش منہ تراشی راجنیا راجنیا =/22
- 9- گمریلہ سائنس طاہرہ عابدین =/35
- 10- مٹی والے مشور اور ان کے امیر حسن نورانی =/13  
خطا و خوشنویسی

قومی کنسل برائے فروغ اردو زبان، وزارت ترقی انسانی وسائل

حکومت ہند، ویسٹ بلاک، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066

فون: 610 3381, 610 3938 فکس: 610 8159

## وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَا مَہَا۔۔۔

اس آیت کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر جو علمائے کرام نے کی ہے اس کے تحت

- 1۔ اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت \_\_\_ یعنی وفات کبریٰ جس میں روح قبض کر لی جاتی ہے اور واپس نہیں آت۔
- 2۔ اور جن کی موت نہیں آئی ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے \_\_\_ یعنی جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا، تو سونے کے وقت ان کی روح بھی قبض کر کے انہیں وفات صغریٰ سے دو چار کر دیا جاتا ہے۔

- 3۔ پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے \_\_\_ یہ وہی وفات کبریٰ ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں روح روک لی جاتی ہے۔
- 4۔ اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے \_\_\_ یعنی جب تک ان کا وقت عموماً نہیں آتا، اس وقت تک کے لئے ان کی روہیں واپس ہوتی رہتی ہیں، یہ وفات صغریٰ ہے۔

- 5۔ غور کرنے والوں کے لئے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں \_\_\_ یعنی روح کا قبض اور اس کا ارسال اور توفی اور احیاء اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور قیامت والے دن وہ مردوں کو بھی یقیناً زندہ فرمائے گا۔

تفاسیر میں نیند کو بھی وفات سے تعبیر کیا گیا ہے اور نیند کو وفات صغریٰ اور موت کو وفات اکبر کہا گیا ہے۔ یعنی دن کے وقت روح واپس آ جاتی ہے اور انسان نیند سے بیدار ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ شب و روز اور وفات صغریٰ سے ہم کنار ہو کر دن کو پھر اٹھ کھڑے ہونے کا معمول،

علم ممات (Thanatology) کے قسط وار مضمون میں آج ”کوما“ پر کچھ معلومات فراہم کی جائیگی ”کوما“ دنیاے طب کی ایک مختصر مگر معنی خیز اصطلاح ہے جسے ہم آئے دن سنتے ہیں اور سنتے ہی ایک عجیب سیسٹ ناک احساس پیدا ہوتا ہے۔ دلچسپ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی معلومات اور علمی صلاحیت کے اعشار سے معنی اور نتائج بھی اخذ کر لیتا ہے۔ عام آدمی کے ذہن میں موت سے قبل کی یہ حالت ہوتی ہے مگر ایک آس رہتی ہے کہ شاید ہوش آجائے۔

میرے ذہن میں بار بار سورۃ الزمر کی بیالیسویں آیت گردش کرتی رہی ہے۔ مختلف تفاسیر میں مختلف مفہوم اور استدلال مجھے مزید الجھن میں ڈال رہا ہے۔ اپنی کم علمی کا احساس بار بار ہو رہا ہے۔ سائنس کا ایک ادنیٰ طالب علم کام الہی کے اشاروں کو سمجھ نہیں پا رہا ہے۔ ان آیات کا سائنسی پیمانے میں جواب ڈھونڈ رہا ہے۔ ہمارے قارئین بھی اس آیت پر غور کریں چونکہ اللہ تبارک تعالیٰ خود غور کرنے کی تلقین فرما رہا ہے۔

یقیناً یہ میرا میدان نہیں پھر بھی آیت مبارکہ کے آخری جملے کی ترغیب پر نشانیاں تلاش کر رہا ہوں۔

”اللہ روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“ (سورۃ الزمر آیت: 42)



## ڈائجسٹ

حالات کو ماکے علاوہ ایسے ہیں جس میں کسی بھی محرک کا رد عمل حاصل ہو سکتا ہے خواہ شدت میں کمی بیشی ہی ہو۔

اس سے پہلے کہ کوما زدہ (Comatose) انسان میں تہہ ملیوں پر غور کیا جائے ایک باحواس انسان کے طبعی حالت کو سمجھنا ہوگا۔

طبعی حواس کے دو خواص ہیں۔ پہلا آگہی یا واقفیت (Awareness) اور دوسرا بیداری (Arousal) آگہی کی

حالت میں حواس غصہ کے ذریعہ حاصل ہونے والے مراسلات پر عمل ممکن ہے خواہ وہ نفسیاتی (Psychological) فعلیاتی (Physiological) دونوں ہی جزو موجود ہوتے ہیں۔

نفسیاتی جزو پر اس شخص کے دماغ اور ادراک کا اثر ہوتا ہے لیکن فعلیاتی جزو میں اس شخص کے دماغی عمل کا دخل نہیں ہوتا اور جو بھی ہوتا ہے جسمانی (Physical) اور

کیمیائی (Chemical) حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ آگہی دماغ میں موجود ایک مرکز ہے جو نصف کرہ دماغ میں ایک نقطہ کی مانند ہے جو دوسرے جانوروں میں انسان کو ممتاز رکھتا ہے اور اسی کے سبب انسان میں فہم و ادراک موجود ہے۔

بیداری مکمل فعلیاتی (Physiological) عمل ہے جو کسی تحریک کے نتیجے میں دانستہ طور پر نمایاں ہوتا ہے جسے RAS (Reticular Activating System) برقرار رکھتا ہے۔ یہ کوئی دماغ کا مخصوص حصہ نہیں بلکہ مختلف حصوں جیسے دماغی تنہ (Brain Stem) (Medulla) عرش (Thalamus) اور اعصابی راستوں کا جال سا بچھا ہوتا ہے اور بیداری کا سبب بنتا ہے۔

انسان کی دقات اکبر تک جاری رہتا ہے یعنی Sleep Wake Cycle جاری رہے گا۔

”کوما“ کو میں نے اسی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی ہے اور قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی اس پر غور کریں۔ میں کلام الہی کی اس تلقین کے تحت کہ ”غور کرنے والوں کے لئے اس میں یقیناً

بہت سی نشانیاں ہیں“ کوما کی سائنس کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

لفظ ”کوما“ یونانی زبان سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ”گہری نیند“ اردو میں اسے سماعت اور بیہوشی بھی کہا گیا ہے جس میں ہوش کا مکمل ضیاع ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اس کے اصل معنی یعنی گہری نیند پر ہی غور کریں تو یہ گہری نیند کی وہ حالت ہے جس میں حد درجہ کی بے توجہی (Unresponsiveness) ہوتی ہے اور انسان کو ماکے حالت میں

شدید سے شدید تحریک (Stimulation) کے باوجود رد عمل ظاہر نہیں کر سکتا۔

ہم جب نیند میں ہوتے ہیں تو ذرا سی آہٹ سے نیند ٹوٹ جاتی ہے اور گہری نیند ہوتی چھوٹے، آواز دینے اور جھنجھوڑنے سے آنکھ کھل جاتی ہے لیکن کوما میں ایسا کچھ نہیں ہوتا چونکہ طبعی رد عمل موجود نہیں ہوتا۔

ہوش کی ایک انتہا تو باحواس رہنا ہے اور دوسری انتہا دماغی موت یعنی Brain Death کی ہے ان دونوں حالات کے درمیان کئی حالات جسے Obtundation نیم خوابی (Drawsiness) اور مدہوشی (Stupor) کی بھی ہے۔ یہ تمام



## ڈائجسٹ

### اسباس کوما

اسباب تو مختلف النوع ہے جن کا ذکر ضروری ہے۔ سرکی چوٹ (Head Injury) فالج (Stroke) نشہ (Intoxication) خرابی تحوی عمل (Abnormalities of Metabolism) مرکزی عصبی نظام کی بیماریاں (C.N.S. Diseases) اچانک عصبی صدمہ (Acute Neurogenic Injuries) ہائپوآکسیجن کی کمی (Hypoxia)، دانستہ طور پر دپاؤں سے پیدا کیا گیا کوما وغیرہ۔

ان سبھی حالات میں وسطی دماغ میں موجود Reticular Formation جو نیند کے نظام میں معاون ہے وہ متاثر ہوتا ہے۔

یہاں ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ کوما میں سارے لوگ بیہوش ہوتے ہیں لیکن ہر بیہوش کوما میں نہیں ہوتا۔ نیند بیہوشی کی سی حالت ہے جس سے کسی کو جگایا جاسکتا ہے اور Vegetative State بھی بیہوشی کی حالت ہے جس میں آنکھ کھلی ہوتی ہے لیکن آگئی اور اپنے اطراف و جوانب کی خبر نہیں رہتی۔

کوما ایسی حالت ہے کہ بیدار بھی نہیں کہا جاسکتا، نیند جیسی آنکھیں بند رہتی ہیں اور بیہوشی کامل رہتی ہے۔ ہر انسان میں Sleep Wake Cycle (بیداری - نیند اور بیداری) کا لائق سلسلہ جاری رہتا ہے مگر کوما میں یہ ممکن نہیں۔ مگرچہ کوما میں انسان زندہ ہوتا ہے مگر ایسا عکس ہوتا ہے کہ وہ سو رہا ہے مگر چہ ساری حرکات و سکنات رک جاتی ہے۔

## اگر آپ چاہتے ہیں کہ

آپ کے بچے دین کے سلسلے میں پُر اعتماد ہوں اور وہ اپنے غیر مسلم دوستوں کے سوالات کا جواب دے سکیں۔ آپ کے بچے دین اور دنیا کے اعتبار سے ایک جامع شخصیت کے مالک ہوں تو اقرأ کا مکمل مربوط اسلامی تعلیمی نصاب حاصل کیجئے۔ جسے اقرأ انٹرنیشنل ایجوکیشنل فلاؤنڈیشن، شکاگو (امریکہ) نے انتہائی جدید انداز میں گزشتہ پچیس سالوں میں دوسو سے زائد علماء، ماہرین تعلیم و نفسیات کے ذریعہ تیار کر دیا ہے۔ قرآن، حدیث و سیرت طیبہ، عقائد و فقہ، اخلاقیات کی تعلیمات پر مبنی یہ کتابیں بچوں کی عمر و اہلیت اور محدود ذخیرہ الفاظ کو مد نظر رکھتے ہوئے ماہرین نے عہدہ کی عمرانی میں لکھی ہیں جنہیں پڑھتے ہوئے بچے کی وی دیکھنا بھول جاتے ہیں۔ ان کتابوں سے بڑے بھی استفادہ کر کے مکمل اسلامی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

**جامعہ اقرأ کے مکمل اسلامی مراسلاتی کورس کی معلومات اور کتابیں حاصل کرنے اور اسکولوں میں رائج کرنے کے لیے رابطہ قائم فرمائیں۔**



**IQRA'** EDUCATION FOUNDATION

A-2, Firdaus Apt . 24, Veer Saverkar Marg (Cadel Road)  
Mahim (West) Mumbai-400 016  
Tel : (022)2444 0494, Fax. (022)24440572  
E-Mail : iqraindia@hotmail.com.

Visit our new Web site: [iqraindia.org](http://iqraindia.org)





## ڈائجسٹ

### خونریزی (Haemorrhage)

دماغ کے اندر خون ریزی خفیف بھی ہو سکتی ہے لیکن اگر ساتھ میں ورم یا سوجن ہو تو زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

ہمارے دماغ کے اوپر متعدد جھلیاں ہیں اور ان جھلیوں کے درمیان جگہ بھی ہوتی ہے جہاں خون ریزی ہو سکتی ہے خون ریزی عام طور پر برجانی (Epidural) یعنی ڈیورا کے باہر زیر جانیہ (Sub Dural) یعنی ڈیورا میٹر کے نیچے اور حصہ وسط دماغ (Sub Arachnoid Space) میں خون ریزی ہو سکتی ہے۔

برجانی اور زیر جانیہ حصوں میں خون ریزی ہونے سے فوراً کوما نہیں ہو سکتا لیکن اگر یہ جاری رہا تو جس حصہ میں چوٹ ہے وہاں تو اثر ہوگا ہی دوسری طرف بھی اس کا اثر منتقل ہو جاتا ہے لہذا دونوں نصف کرہ پر اثر ہونے سے بیہوشی طاری ہو جاتی ہے اور انسان کو مایں چلا جاتا ہے جتنا زیادہ سوجن ہوگی اتنا شدید اور دیر پا کوما ہوگا۔

لیکن حصہ وسط دماغ جہاں مائع دماغی (Cerebro Spinal Fluid = CSF) موجود ہوتا ہے جو دماغ کو تقویت پہنچا رہا ہوتا ہے وہاں خونریزی بغیر علامت بھی ہو سکتی ہے یا بہت نمایاں اثر جیسے فالج (Stroke) بھی ہو سکتا ہے۔

خونریزی کو پڑی یا دماغ میں بغیر چوٹ کے بھی ہو سکتی ہے جیسے ہائی بلڈ پریشر یا ہائپرٹنشن جس میں بلڈ پریشر بہت بڑھ جاتا ہے اور کنٹرول نہیں ہو پاتا۔ دماغ کی شریانیں دباؤ برداشت نہیں کر پاتیں ہیں کبھی بھی چوٹ جاتی ہیں۔

### سوجن (Swelling)

یوں تو چوٹ سے دماغی سوجن ہو سکتی ہے لیکن ایک دوسری وجہ سے بھی ورم دماغ ممکن ہے جبکہ سبب دماغ پر دباؤ بھی کوما کا سبب بنتا ہے۔

### آکسیجن کی کمی (Hypoxia)

دماغ کو کام کرنے کے لئے آکسیجن چاہئے اور بغیر آکسیجن کے

تقریباً پچاس فیصد کوما سرکی چوٹ کے سبب یا دماغ کے اندر خون کے بہاؤ میں خلل کے نتیجے میں ہوتا ہے۔

سر میں خفیف چوٹ تھوڑی دیر کے لئے انسان کو بیہوش کر سکتی ہے مگر دماغ تھوڑی دیر بعد پھر سے کام کرنے لگتا ہے بالکل اس طرح جیسے مرگی میں کوئی بیہوش ہو کر جلد ہی طبعی حالت میں لوٹ سکتا ہے۔ وہ لوگ جو سرکی چوٹ کے بعد ہوش میں نہیں آتے وہ یقیناً شدید چوٹ کے شکار ہوتے ہیں۔

دراصل ہماری کھوپڑی ایک مضبوط اور خطہ صندوق جیسی ہے جو ہمارے دماغ کی حفاظت کے لئے بنائی گئی ہے۔ بد قسمتی سے اگر کسی وجہ سے چوٹ پہنچ جاتی ہے تو دماغ میں سوجن یا ورم شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ کھوپڑی اور دماغ کے درمیان آبی مادہ کی جگہ تنگ ہو جاتی ہے اس لئے دماغ پر دباؤ بڑھتا جاتا ہے۔ اگر دباؤ کم نہیں کیا گیا تو پریشر بڑھتا ہی جاتا ہے یہاں تک کہ دماغی تنے پر بھی دباؤ بڑھ جاتا ہے اور جب (Reticular Activating RAS System) کو صدمہ پہنچتا ہے جو جیتجا بلڈ پریشر اور مرکز تنفس پر اثر انداز ہوتا ہے۔

دماغ پر چوٹ کا اثر کتنا ہے یہ شروع میں اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ہے چوٹ اہم بھی ہو یا نا بھی ہو اگر دماغ کھوپڑی کے اندر مل گیا ہے تو اعصابی تار جو دماغ سے جڑے ہیں انہیں نقصان پہنچا ہوا ہے میں ٹارنل C.T. Scan کے باوجود کوما ہو سکتا ہے۔

سرکی چوٹ کی وجہ سے بغیر خونریزی کے بھی دماغ میں سوجن ہو سکتی ہے اور کوما ہو سکتا ہے۔

سرکی چوٹ میں دماغ کو مختلف طریقے سے چوٹ پہنچ سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ دماغی نیچ کو چوٹ پہنچے یا خونریزی ہو جائے اور کھوپڑی اور دماغ کے درمیان حصہ میں جمع ہو جائے اسی لئے C.T. Scan لازم ہو جاتا ہے جس سے بیشتر خونریزی کی تشخیص ہو جاتی ہے۔



جتنی خون میں انسولین کی ضرورت ہے جتنی رہتی ہے۔ ذیابیطس کے مریض میں انسولین تب دی جاتی ہے جب اس کی مقدار کم بن رہی ہو اس لئے انکشن کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ بلڈ شوگر کی جانچ اور توازن برقرار رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ کسی کی وجہ سے کو مانہ ہو جائے۔

### ذہر (Poison)

زہر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک جو انجانے میں ہم غذا یا نغذا سے لیتے ہیں دوسرے وہ زہریلے مادے جو ہمارے جسم میں بنتے ہیں مگر خارج نہیں ہوتے۔

ہمارا جسم ایک کارخانے کی مانند ہے جہاں سے غیر ضروری اشیاء اور فضلات کو توانائی حاصل کرتے وقت خارج ہونا چاہئے۔ اگر یہ فضلات اور زہریلے مادے جسم سے نہ نکلیں تو جسم کے کئی اعضاء ناکارہ ہو سکتے ہیں جن میں ایک دماغ بھی ہے۔

جگر کو ہی لیں جو ہمارے جسم میں مختلف کام انجام دیتا ہے جن میں گلوکوز اور لحمیات کا تسار ہے۔ تھوہلی کی سیائی مادوں کو توڑنا بھی ہوتا ہے۔ جب جگر ناکارہ ہو جاتا ہے تو ہمارے جسم میں امونیا جمع ہونے لگتی ہے جسکی مقدار جسم میں بڑھ جانے سے دماغ پر اثر پڑتا ہے اور اس سے دماغ کی کارکردگی رُک سکتی ہے۔

Hepatic Encephalopathy جو جگر دماغ کا باہم

مرض ہے اسکی وجہ سے Hepatic Coma ہو سکتا ہے۔

جگر میں تشعشع یعنی جتنی Cirrhosis ہو جاتی ہے یا پھر انکھل کے بے اعتما استعمال سے یہ بیماری ہو جاتی ہے۔

اسی طرح گردہ کا کام ہے زہریلے مادوں کو چھان کر پیشاب کے ساتھ بہا دینا۔ اگر گردہ کام نہ کرے تو ہمارے جسم میں ہتیرے زہریلے مادے جمع ہو جائیں گے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ دماغ پر اثر کر کے کو ما پیدا کر سکتے ہیں، گردہ کے کام نہ کرنے سے خون میں Urea بڑھ جائیگا اور اسکی زیادتی اور سولیت دماغی نیچوں پر ہلک اثر

دماغ کا کام رک جاتا ہے اسکا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ محض چار سے چھ منٹ اگر دماغ کو آکسیجن نہ ملے تو دماغی نیچ کی موت ہو جاتی ہے۔

جسم دماغ کو آکسیجن پیچھروں کے ذریعہ پہنچاتا ہے۔ ہم سانس لیتے ہیں تو آکسیجن نغذا سے ہمارے پیچھروں میں آتی ہے اور خون کے لال خلیوں میں موجود ہیموگلوبین آکسیجن سے بوجھ جاتے ہیں اور اُس طرح رواں خون کے ساتھ آکسیجن پورے جسم میں پھیلی رہتی ہے اور دماغ تک بھی پہنچتی ہے۔ اگر اس پورے نظام میں کوئی خلل آجائے تو آکسیجن دماغ کو نہیں ملے گی۔

آکسیجن کی کسی کے سبب قلب کا تال (Rhythm) درہم برہم ہو جاتا ہے۔ بارے دل کی دھڑکن کم ہو جاتی ہے اور دل کے عضلات بھی خون کو پوری طرح خالی نہیں کر پاتے لہذا دماغ میں بھی خون نہیں پہنچ پاتا اور ہل بھر میں دماغ کام کرنا بند کر دیتا ہے۔ پیچھروں کے بے کار ہو جاتے ہیں جیسے نمونیہ، دتہ اور ایملیر ما۔ پیچھروں کے نیچوں میں آکسیجن داخل نہیں ہو پاتی لہذا دوران خون میں آکسیجن کم ہو جاتی ہے۔

ہیموگلوبین خون کے سرخ خلیوں میں ایک سحالمہ (Molecule) ہے جو پیچھروں میں آکسیجن کو چپا لیتا ہے اور جسم کے خلیوں تک تھوہلی عمل کے لئے پہنچاتا ہے۔ انیسیا میں خون کے سرخ خلیوں میں کسی کے سبب دماغ کو غذا نہیں ملتی اور قلب بھی کام کرنا بند کر دیتا ہے۔

### خون میں شکر کی کمی (Hypoglycaemia)

ہمارے جسم کا ہر خلیہ آکسیجن اور گلوکوز (شکر) کا محتاج ہے جسم کا تھوہلی عمل بغیر آکسیجن کے ممکن نہیں کچھ اعضاء بغیر آکسیجن کے کچھ وقفوں کے لئے زندہ رہ سکتے ہیں مگر دماغ تو ہرگز بغیر آکسیجن کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ دماغ بغیر گلوکوز کے کام کرنا بند کر دیتا ہے۔

عام حالات میں لبلبہ (Pancreas) انسولین بناتا ہے اور



## ذائقہ

پیدا کر گئی۔

مندہ ذریعہ (Thyroid) ہمارے جسم میں Thermostat کا کام کرتا ہے۔ اگر اسی میں کمی ہو جائے تو کچھ دن کے بعد Myxodema Coma ہو سکتا ہے۔

دوائیں

دواؤں میں بعض دوائیں جیسے Acetaminophen ضرورت سے زیادہ لینے پر جگر کام کرنا بند کر سکتا ہے اور Hepatic Coma ہو سکتا ہے۔

اسی طرح الکحل (شراب)، انیون اور ہیروئین کے بے جا استعمال سے بھی کوما ہو سکتا ہے۔

اسباب کی جانکاری کے بعد سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ کس قسم کا کوما ہے اور اسکی تشخیص کیسے ہوئی چونکہ کوما ایک اضطرابی حالت ہے اسلئے کوما کی تشخیص اور علاج بیک وقت شروع ہونا چاہئے۔ جب بھی بے ہوشی کا مریض ایمرجنسی میں پہنچتا ہے۔ طبیب کا پہلا سوال ہوتا ہے کہ کیا ABC موجود ہے۔

A - یعنی Airway سانس کی نالیاں کھلی ہیں؟

B - یعنی Breathing سانس لینے کا عمل موجود ہے؟

C - یعنی Circulation دوران خون جاری ہے؟

جیسے حرکت قلب اور بلڈ پریشر سے معلوم کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد فوراً خون میں شکر کی مقدار معلوم کر کے Hypoglycaemia کا پتہ کیا جاتا ہے اگر کم ہو تو فوراً گلوکوز داخل کیا جاتا ہے۔

یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ کیا کوئی خواب آور (Narcotic) یعنی غیر معمولی طور پر گہری نیند لانے والی دوا کا استعمال تو نہیں ہوا تاکہ فوراً (Naloxone) رگولی کے ذریعہ اسکے اثر وائل کرنے کی غرض سے دیا جائے۔

ہر حال میں مریض کے حالات (History) کی بڑی اہمیت ہے اور تشخیص کے لئے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ چونکہ مریض تو قوت گویائی نہیں رکھتا لہذا گھر کے افراد، دوست احباب حکیمہ راگھیروں سے بھی سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ہوا کیسے؟

مثال کے طور پر ایک شخص شراب خانے میں گر جاتا ہے، سر میں چوٹ آتی ہے اور کوما میں چلا جاتا ہے۔ ذہن فوراً جا بیگا کہ اس نے زیادہ چڑھا لی ہے، گر گیا اور دماغ میں چوٹ آگئی۔ لیکن دوسرے امکانات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، کہیں ہارٹ ایٹک تو نہیں تھا، کہیں فالج کا حملہ تو نہیں تھا یا ذیابیطس سے پیدا ہونے والا مسئلہ تو نہیں جس میں اچانک خون میں شکر کم ہو گئی اور گر گیا۔

تشخیص کے لئے ایک بین الاقوامی پیمانہ تیار کیا گیا ہے جسے glasgon Coma Scale کہتے ہیں اور اسکا مخفف ہے GCS۔ اس میں مریض کی تین چیزیں اور اسکی شدت نوٹ کی جاتی ہے

1۔ آنکھ کا کھلنا

2۔ ہاتھ یا پیر کا حکم پر ہلانا یا کسی محرک کے زیر اثر ہلانا

3۔ گفتگو یا قوت گویائی

ہر کے پانچ نمبر ہیں جو کارکردگی پر منحصر کرتے ہیں۔ جتنی زیادہ مارنگ ہوگی وہ نارتلی کے قریب لے جائے گی یعنی کل مارکس 15 ہیں۔

اگر مریض کی آنکھ کھلی ہے، حکم کی تعمیل کرتا ہے اور وہ بتا سکتا ہے کہ کون ہے، کہاں ہے اور کیا ہوا ہے تو 15 اگر آنکھیں بند حکم کی تعمیل سے قاصر اور نہ آواز نہ سوال کا جواب تو ظاہر ہے سب سے کم نمبر ہوگا۔ اگر یہ مارکس 8 (آٹھ) یا اس سے کم ہو تو وہ شخص کوما میں ہے اور سب سے کم نمبر 3 (تین) ہے جس میں نہ تو آنکھ کھلی ہے نہ ہی حرکت اور نہ آواز یعنی وہ شخص گھرے کوما میں ہے۔

(ریسرچ سے پتہ چلتا ہے کہ 24 گھنٹے میں 87% مریض جنہیں 3 یا 4 نمبر ملے یا تو انہیں موت ہو جاتی ہے یا پھر ذی فراس Veg. State میں چلے جاتے ہیں اور 87% ایسے ہیں جنہیں



## دانش سب

سوائے آنکھوں کے عضلات لیکن انسان بیدار، ہوش اور عام ذہن والا ہوتا ہے۔ وہ صرف آنکھوں کے اشارے سے بات کر سکتا ہے۔  
 داغی اسلام احمد دیدات مرحوم نے اسی مرض میں مبتلا رہ کر کئی سال بعد وفات پائی۔

کو ما میں چلے جانے پر ایسے مریضوں کا کیا ہوتا ہے؟ اور کیسے علاج ہوتا ہے؟

کو ما ایک خطرناک یا ایمرجنسی کی حالت ہے لہذا اس کا علاج بھی بڑا ہی پیچیدہ اور صبر آزما ہوتا ہے۔ مریض کے اسپتال میں پہنچتے ہی اس کے منہ میں ٹی ٹی ڈال دی جاتی ہے اور سانس کو قائم کرنے یا رکھنے کے لئے مشین یا Ventilator لازم ہو جاتا ہے۔ اگر دوسری خطرناک بیماریاں ہیں تو اس کا بھی مددگار ساتھ ساتھ کیا جاتا ہے۔ اگر دماغ پر دباؤ کی وجہ سے کو ما ہے تو دماغ سے پانی نکالنے کی سکیل کی جاتی ہے۔

Hyperventilation نام کی تدبیر کا استعمال ہوتا ہے جس سے سانس لینے کے عمل میں سہولت اور تیزی آتی ہے جس سے دماغ کی شریائیں سکون پاتیں اور دباؤ بھی کم ہوتا ہے۔ ساتھ ساتھ MRI اور C.T. Scan لازم ہو جاتا ہے تاکہ دماغ کے اندر رسولی یا دباؤ کے اسباب کا پتہ چل سکے۔

EEG بھی ضروری اس لئے ہوتا ہے کہ دماغ میں برقی عمل کا پتہ چل سکے۔ اگر گردن توڑ بخار ہے تو ریزہ کی ہڈی سے پانی (C.S.F.) نکال کر جانچ کی جاتی ہے۔

جب مریض کی حالت میں استحکام آ جاتا ہے تو اس کی نگر ہوتی ہے کہ اسکے سارے اعضا بحسن خوبی کام انجام دیں۔ کو ما کے مریض اکثر غموں کے شکار ہو جاتے ہیں لہذا اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ بروقت علاج ہو۔

زیادہ تر مریض ICU میں رکھے جاتے ہیں تاکہ ڈاکٹر اور انکا

11 سے 15 ملا ہے وہ روبرو صحت ہوتے ہیں۔) کو ما سے ممانعت رکھنے والے امراض کا بھی ذکر مناسب ہوگا۔

### 1- ذہریلے جراثیمی امراض دماغ

#### (Toxic Metabolic Encephalopathy)

اچانک ہونے والا یہ وہ دماغی خلل ہے جس میں اختلاط (Confusion) کے ساتھ ساتھ ہنریان یا سرسام کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اکثر بخار، زہریلے پن کی وجہ سے ایسا ہو سکتا ہے لیکن حالات تبدیل بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ حالت عام طور پر شدید جسمانی امراض، غصہ، اعضا کے عمل کی ناکردگی اور دوسرے حالات کے ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔

### 2- گت آکسیجن سے دماغی صدمہ

#### (Anoxic Brain Injury)

یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دماغ میں آکسیجن کی شدید کمی ہو جائے۔ چند منٹ بھی اگر آکسیجن نہ ملے تو دماغی نسیج کی موت ہو سکتی ہے۔ سکتی قلبی (Cardiac Arrest)، سر میں چوٹ یا کہیں اور چوٹ، غرقابی، دواؤں کا حد سے زیادہ استعمال یا سمومیت میں ایسا ہوتا ہے۔

### 3- Persistent Vegetative State

یہ ایک قسم کی شدید بیہوشی کا عالم ہوتا ہے جس میں مریض اپنے اور اپنے اطراف کے ماحول سے بے خبر ہوتا ہے اور کسی بھی قسم کے محرک سے کوئی رد عمل نہیں ہوتا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک طویل مدت تک اس حالت میں رہنے کے بعد بھی بیداری کے عالم میں واپس تو آ سکتا ہے لیکن دماغ ماؤف ہو چکا ہوتا ہے۔

### 4- Locked-In Syndrome

یہ نادر اعصابی حالت ہے۔ انسان کا پورا جسم مقفل ہو جاتا ہے



کئی باتوں پر منحصر کرتا ہے۔ ایک تو سبب، کہاں اور کس حال میں ہوا؟ شدت؟ اور اعصاب کس قدر مجروح ہوئے؟

یہ بھی کہنا مشکل ہے کہ شدید کو ما میں جتلا انسان موت کے منہ میں یقیناً چلا جاتا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایسے مریض بالکل مستحیاب ہوتے ہیں اور خفیف کو ما میں جتلا انسان شاید ہی ابھرا ہو۔ جو کو ما سے ابھر آتے ہیں وہ جسمانی، ذہنی، نفسیاتی مرض کے بھی شکار ہو سکتے ہیں اور انہیں کافی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ صحت یابی کی رفتار بہت دمی ہوئی ہے۔

مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پیشین گوئی بہت مشکل ہے۔ جو Veg. State میں ہوتے ہیں وہ عام طور پر انفکشن جیسے نمونہ کے شکار ہو جاتے ہیں اور موت واقع ہو جاتی ہے۔

ہم اطباء سائنس داں اور ماہرین جو بھی کہہ لیں کو ما میں گئے مریض کے لئے چھن گئی بہت مشکل ہے۔

Terry Wallis جو 19 سال سے کو ما میں تھی اچانک ہوش میں آگئی اور باتیں کرنے لگی اسی طرح پولینڈ کا باشندہ Jan Grzebski محکمہ ریل میں ملازم تھا۔ وہ بھی 2007 میں 19 سال کو ما میں رہ کر ہوش میں آگیا۔

دسمبر 1999 میں ایک نرس کو ما میں جتلا ایک مریض کا بستر ٹھیک کر رہی تھی کہ اچانک رضیہ اٹھ بیٹھی اور نرس کو حکم دیا کہ ”ایسا نہ کرو“ Patrica White Bull، تقریباً 16 سال سے کو ما میں تھی اور ڈاکٹر نے پیشین گوئی کی تھی کہ اب وہ کو ما سے باہر نہ آسکیگی ایسے نہ جانے کتنے واقعات ہوئے مگر ہم سائنس پر زیادہ یقین کرنے لگے ہیں مگر خالق کل کے کلام اور پیشین گوئیوں پر کم دھیان دیجے ہیں۔ میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کو ما کے مریض کو وفات اصغر میں رکھو یا اکبر میں؟ تاہم بقول شاعر۔

”جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھتے“

علمہ برآن نگاہ رکھے اور باقاعدگی سے Monitor ہو سکے۔

نریز مریض کو مستقل لینے رہنے سے ہونے والے زخم (Bed Sore) ہونے سے بچانے کی کوشش کرتی ہیں۔

چونکہ مریض کو ما میں ہے تو نہ وہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے لہذا اس کا نعم البدل نسلوں کے ذریعہ مقویات اور مائع مائے رگوں سے آئسکے جسم میں پہنچائے جاتے ہیں۔

اگر مریض متواتر Ventilator پر ہے تو اکثر زخروں یعنی Trachen میں سوراخ کر کے Tracheotomy کے ذریعہ سانس لینے میں آسانی پیدا کی جاتی ہے۔

اسی طرح چونکہ مریض کو ما میں ہے خبر اور بے ہوش ہوتا ہے اس لئے پیشاب پر قابو نہیں رہتا لہذا برکی Catheter ڈالکر پیشاب کے عمل کو آسان بنایا جاتا ہے۔

## انذار مرض یعنی پیشین گوئی صحت

عام طور پر کو ما میں جتلا انسان یا تو صحت یاب ہوتا ہے یا پھر موت کے منہ میں چلا جاتا ہے کہا یہ جاتا ہے کہ کو ما سے مریض چند روز سے لیکر چند ہفتوں میں نجات پالیتا ہے (یعنی 2 سے 5 ہفتے) اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کو ما میں جانے کے بعد اپنے پرانے حالات اور معمولات پر لوٹ آیا یا ایک ایسی حالت میں پہنچ گیا مگر اسکے اعضاء لتنے بے کار ہو گئے کہ کسی کام کے نہ رہے اور اسی حالت میں کئی کئی سال گزر گئے اور آخر موت ہوئی۔

ایسی حالت کو سبزی نما حالت (Vegetative State) یا ”کدو“ کہتے ہیں یعنی ”مردہ بدست زندہ“ انہیں کچھ تو ہوش رہتا ہے مگر کچھ ایسے جو بر سہا برس اس حالت میں پڑے ہوتے ہیں۔ اب تک زیادہ سے زیادہ 37 سال تک اس حالت میں پڑے رہنے کا ریکارڈ ہے۔

کو ما اور کدو حالت (Vegetative State) سے نکلنا





## ادرک کی اہمیت و افادیت

اس سے ہر کس تا کس واقف ہے۔ اگر تازے ادرک کا کیما دی تجزیہ کیا جائے تو اسکے 100 گرام میں 9.8 فیصد رطوبت، 2.3 فیصد پروٹین، 0.9 فیصد شحمیاتی مادہ، 12.3 فیصد نشاستہ پایا جاتا ہے۔ اسکے معدنی اور حیاتیاتی اجزاء میں کیشیم، فاسفورس، آئرن، کیروٹین، تقابا مین، رابوفیوین، نیا سین اور حیاتیاتی شامل ہے۔ اسکے 100 گرام کی غذائی صلاحیت 67 حرارے ہے۔

یہ زیر زمین سالہا سال اگنے والی میزجر پری جڑ ہے جس کی شاخیں سخت اور زمین کے اندر ہوتی ہیں۔ پختہ دھوپ میں خشک کی ہوئی ادرک کو سونٹھ کہتے ہیں جسے عربی میں زنجبیل۔ بنگلہ میں آدا اور انگریزی میں جینجر (Ginger)۔ اس کا نباتاتی نام Zingiber Officinalis ہے۔

سنگرت کے ادب اور چین کی طبی تحریروں میں ادرک کا ذکر ملتا ہے۔ حکیم جالینوس جسم میں طبع کی کثرت سے لاحق ہونے

تازے ادرک کا ایک کھڑا ہر کھانے کے بعد چبانے سے بد ہضمی، ریا ج، قونج، قنے، تشنجی و دیگر درو (معدہ و آنتوں) سے بڑی حد تک بچا جاسکتا ہے۔

تازے ادرک کا پانی آدمے چائے کا چچہ لیموں کا رس ایک چائے کا چچہ۔ پودینہ کا پانی اور اسی مقدار میں شہد خالص ملا کر دینا بد ہضمی، متلی، صفراوی، قنے، مرغن غذا سے ہونے والی بد ہضمی زیادہ تلی ہوئی اشیاء کھانے سے معدے کی خرابی، صبح کے وقت اشھلال یرقان اور



ادرک

والے فالج کے علاج کے لئے مریضوں کو ادرک دیا کرتے تھے۔ شیخ الرئیس بوطی سینا کی کتابوں میں عرک باہ کے نسخوں میں اس کی زیادتی ملتی ہے۔

ادرک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا اصل وطن ہندوستان ہی ہے۔ جہاں سے یہ ابتدائی طور پر چین میں متعارف ہوئی۔ زمانہ قدیم سے ہی ہندوستان اور چین میں یہ مسالے

اور درو کی حیثیت سے مقبول تھی۔ یورپ میں لوگ اس سے پہلی صدی عیسوی میں آگاہ ہوئے۔

روزمرہ کی غذاؤں میں اسکے کثرت استعمال کی وجہ سے

بواسیر میں بے حد مفید ہے۔ زنجبیل بریاں 10 گرام تک طعام 3 گرام ملا کر دانٹوں پر ملنے سے دانٹوں کی ترشی رفع ہو جاتی ہے۔ ادرک کی تعریف



## ڈائجسٹ

میں درد ہو تو انہیں مفید ہے۔ آب اور ک کا چند قطرہ اگر کان میں  
چٹکایا جائے تو انہیں نفع بخش ہے۔

ادرک کا ایک ٹکڑا ایک کپ پانی میں چند منٹوں تک ابالنے  
کے بعد چینی ملا کر کھانے کے بعد دن میں تین چار بار پلانے  
سے تکلیف دہ یا جھیش کی بے قاعدگی میں مفید ہے۔

ادرک خشک کٹ کر گھی میں بریاں کر کے چھاپ کر کے ہمراہ  
استعمال عکرمی میں بے حد مفید ہے۔

ادرک کو تیل کے تیل میں جلا کر کے اس تیل کو گھٹیا، فاج  
اور کمر کے درد میں نفع پہنچاتا ہے۔

ادرک تر پھلا (آملہ، بلیلہ، بلیلہ) اور گنر ملا کر کچھ دنوں  
تک استعمال کرانے سے برقان میں مفید ہے۔

اس کا مربی بلغمی مزاج رکھنے والے اشخاص کے لئے مفید  
ہے جن کو نزلہ زکام کھانسی خشونت حلق، ورم لوز تھن، ورم حلق اور  
آواز کے بندھ جانے کی تکلیف ہو۔

میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”جنت میں انہیں  
ایسے پیالے بھرے ہوئے پلائے جائیں گے جن میں سوخہ کی  
آمیزش ہوگی۔“

حضرت ابو سعید الخدری روایت فرماتے ہیں کہ ایک بار



شبہشاہ روم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ادرک  
کا مربی ایک مرتبان تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ اور حضور نے اسے  
قبول فرمانے کے بعد تمام لوگوں کو ایک ایک کھڑا دیا۔

آب ادرک شہد کے ساتھ ملا کر دن میں اگر تین سے چار  
مرتبہ استعمال کیا جائے تو سردی نزلہ زکام میں بے حد مفید ہے۔

ایک کپ میٹھی کے جوشاوندے میں آب ادرک ایک  
چائے کا چمچ استعمال کرانے سے پسینہ خوب لاکر انفلوئنزا کا بخار  
کم ہو جاتا ہے۔ اور یہ پرانی کھانسی، دمہ، کالی کھانسی اور  
بھیمڑوں کی تپ دق میں مفید ہے۔

سر کے درد میں ادرک کا مرہم یعنی ادرک کو گھس کر کے  
تھورا پانی ملا کر پیشانی پر لگانے سے درد میں آفاقہ ہو جاتا ہے۔  
اس مرہم کو اگر دانتوں پر لگایا جائے تو کسی بھی طرح کے دانت



**عرقان کیمٹی کا**

کتھوری مشک، التیات، ضدف، فو، کنہ  
او تیل، بلیک اسٹون اور جنت البرودن

**عطر تراوش کا**

⑨ عطر مشک ⑨ عطر مجموعہ ⑨ عطر بیلا ⑨ عطر ہلکا و دیگر۔

**مغلیہ ہر بل جتا**

پالوں کے سے جڑی بوٹیوں سے تیار مہندی  
اس میں کچھ ملانے کی ضرورت نہیں

**مغلیہ چندن ایشن**

جلد کو نکھار کر چہرے کو شاداب بناتا ہے۔  
نوٹ: محول تیل و ریشل میں خرید فرمائیں۔

**عطر ہاؤس، 633، چٹلی قبر، جامع مسجد، دہلی-۶**

فون نمبر: 23262320 23286237 9810042138



## نفسیات اور ادب

دیکھتے دیکھتے ایڈلر نے احساس کمتری کو فرد کی شخصیت کے بنیادی محرک کے طور پر پیش کیا کہ انسان عمر بھر اس احساس کی کمی پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ فرائیڈ اور یونگ نے نفسیات کو فرد کی داخلیت پر زیادہ تر مرکوز رکھا۔ ان کے بعد نیو فرائیڈین میں ایک فرام نے معاشرت اور فرد کی ذہنی کارکردگی میں ربط قائم کرنے کی کوشش کی کہ فرد اپنے معاشرتی روابط کے ذریعے اپنی تشریح کرتا ہے۔

فرائیڈ اور یونگ نے نفسیات کو ادب کے افہام کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ ان کے حواریوں نے بعد میں نفسیات میں بعض دوسرے علوم کو بھی شامل کر کے اس کی توسیع کی ہے۔ بیسویں صدی میں زبان کے مطالعے، نفسیات اور ادب کے مطالعے میں اس حقیقت کو کافی اہمیت دی گئی ہے اور اس حقیقت کے ساتھ مظہر یاتی مطالعے اور مشاہدے کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ نفسیات کے ان دبستانوں میں سب سے زیادہ شہرت وجودی نفسیات اور تحلیل نفسی نے حاصل کی ہے جو انسانی ذات کے سٹرکچر اور ذہن انسانی کو ایک فلسفیانہ نقطہ نظر سے دیکھنے کا دعویٰ کرتی ہے۔

یہ ان محدودے چند نفسیاتی دبستانوں میں سے ہے جو اپنی اساس وجود کے فلسفیانہ تصور سے حاصل کرتی ہے۔ یوں تو وجودیت کے فلسفہ کی شہرت دوسری جنگ عظیم کے دوران وجودی ادیبوں کی تحریروں کے ذریعے ہوئی لیکن اس موضوع پر سارتر اور کامیو سے بہت پہلے جرمن اور سوئٹزر لینڈ کے فلسفی اور ماہرین نفسیات کام کر رہے تھے۔ وجودی ماہرین نفسیات کے ساتھ ساتھ جدید نفسیات میں معاشرتی Sociological دبستان نفسیات نفس انسانی کی ایک نئی تعبیر کی تلاش میں تھا۔ اس دبستان نفسیات میں کیرن ہارنی کے

دیگر علوم اور طبیعی علوم کی طرح نفسیات کی غایت بھی انسان اور اس کی کائنات کا افہام ہے۔ نفسیات ان معانی میں ایسپرکٹل سائنس نہیں ہے کہ اس کے حوالے سے انسانی ذہن اور اس کے اندر موجزن جذباتی حوالات کی تصدیق کر سکے۔ یہ اندازے (Approximations) کے ذریعے انسان اور اس کی داخلی دنیا اور اس کے خارجی ربط کو متعین کرنے کا فریم ورک مہیا کرتی ہے یہ انسان کے ہوش اور خواب میں ظاہر ہونے والی علامتوں کو Decode کر کے بتاتی ہے کہ فرد کے ظاہری رویے کے پس منظر میں کس قسم کے محرکات ہیں جو اس کو ایک خصوصی رد عمل پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ اس بدت کا تجزیہ بھی کرتی ہے کہ فرد میں کج روی کس طرح پیدا ہوتی ہے اور اس کی کس طرح اصلاح کی جاسکتی ہے۔ نفسیات کے حوالے سے آج بھی فرائیڈ، یونگ اور ایڈلر کو اس علم کی اساس کہا جاتا ہے اور نفسیات کے تمام جدید دبستان یا تو ان مفکروں کی توسیع کرتے ہیں یا پھر تردید، کیونکہ ان سے پہلو بچا کر چلنا مشکل ہے۔

بیسویں صدی میں انسان کے افہام کے لئے اور اس کی ذات کے سٹرکچر کو سمجھنے کے لئے بہت سے دبستان وجود میں آئے ہیں اور ہر ایک نے ذہن انسانی کی کارکردگی کو سمجھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ فرائیڈ کو نفسیات کا جد امجد تصور کیا جاتا ہے۔ اس نے نفس انسانی کا احاطہ کرنے کے لئے جنس کو ایک بنیادی قوت کے طور پر حوالہ بنایا۔ اس نے انسانی شخصیت کو شعور، لاشعور اور تحت الشعور میں تقسیم کیا۔

یونگ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے افروادی نفسیات کی بنیاد رکھی اور انسان کی پر اسرار شخصیت کو سمجھنے کے لئے اجتماعی لاشعور اور آرکیٹائپس کا تصور پیش کیا ہے۔ ان دونوں ماہرین نفسیات کے



## ذائقہ

ضروری ہے۔ یہ اس کی مظہر یا قیادت دیتا ہے۔ سرل کے زیر اثر بہت سے وجودی اپنے آپ کو مظہر یا قیادت تصور کرتے ہیں۔ یہ بات سارتر کی نفسیات کو وجودی تصورات کی اساس فراہم کی ہے ”وجود اور عدم وجود“، ”مختلہ کی نفسیات“ وغیرہ میں اس نے وجودی حوالے سے ذہن انسانی کے افہام کو ایک نئے تناظر میں پیش کیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جدید ماہرین نفسیاتی تحریروں کو ایک مداخلت تصور کرتے ہیں۔

سارتر کے نزدیک انسان اجزا کا اجتماع ہونے کی بجائے ایک کلیت ہے۔ اس لئے وہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے سے معاملات میں بھی اپنا اظہار کلیت کے طور پر کرتا ہے۔ وجودی نفسیات اور تحلیل نفسی کی غایت یہ ہے کہ فرد کے ایسپرینکل رویے کا جائزہ لے۔ یہ اپنے آپ کو مربوطہ تحلیل نفسی کو تجربے کی بنیاد پر علیحدہ کرتی ہے۔ اس کے نزدیک انسان کے ”ماقبل وجود“ کا ادراک بعد اہمیت کا حامل ہے۔ فرد کے مطالعے میں یہ تقابلی اسلوب کو بروئے کار لاتی ہے۔ کیونکہ فرد زندگی کے معمولات میں دانستہ یا غیر دانستہ طور پر انتخاب کرتا رہتا ہے۔ انتخاب کا یہ عمل اس کی شخصیت میں مخفی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے مطالعے میں ان کو ظاہر کرنا ضروری ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کے عقب میں کون سی قوت یا محرک ہے۔ فرائڈ، پونگ اور دوسرے ماہرین نفسیات وراثت اور اس قسم کے دوسرے عناصر کو انسانی شخصیت کا لازمی جز تصور کرتے ہیں۔ لیکن ان کے برعکس وجودی نفسیات اس قسم کے مفروضات سے منکر ہے کیونکہ انسان ایک منصوبہ ہے جو اس دنیا میں خود اپنے آپ کو مکمل کرتا ہے۔ وجودی نفسیات کے نزدیک انسان اس دنیا میں موجود ہے اس لئے اس کے ساتھ دنیا کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے جس میں وہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ یہ دنیا اس کی صورتحال ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ وجودی نفسیات کسی فرد کی نفسیاتی حالت یا شخصیت کے عارضے کی تشخیص کرنے کی بجائے اس صورتحال کا جائزہ لیتی ہے جس میں فرد نے زندگی میں اپنا بنیادی انتخاب کرتا ہے کیونکہ فرد محض حسی مطلیبات کا مجموعہ نہیں ہے۔ یہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ سارتر لکھتا ہے کہ فرد لاشعور میں مدفون کالکی نہیں ہے، یہ ایک ارادہ ہے۔ وجودی نفسیات اور تحلیل نفسی کے بارے میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے لیکن اس کی

نظریات کو اہمیت دی جاتی ہے کہ اس نے انسان کو اس کی جہلوں اور خواہشوں کی قید سے رہا کر کے اسے ایک معاشرتی مخلوق ٹھہرایا۔ وہ لکھتی ہے کہ فرد کے اضطراب کے محرکات معاشرتی اور ثقافتی ہوتے ہیں۔ انسان کی ذات کا سویٹولوجیکل مطالعہ دراصل وجودی نفسیات اور وجودی تحلیل نفسی کی طرف ایک قدم تھا۔ ہارنی کے ایک کم عمر ہمسفر وکٹر فرینکل نے انسان کی شخصیت کی کارکردگی کو سمجھنے کے لئے ایک نیا تناظر فراہم کیا۔ وہ اس خیال کا حامل تھا کہ جنسی تشنگی کے علاوہ اور بہت سے عناصر ہیں جو انسان کے اندر دس کا باعث ہوتے ہیں چنانچہ اس نے لوگو تھیرپی (Logotherapy) کا تصور پیش کیا جس کے مطابق مابعدی زندگی کے ذریعے نفسیاتی علاج اس دہشتان کے ماہرین کا خیال ہے کہ شخصیت میں بہت سے غلط رجحانات زندگی میں معنی کے فقدان کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ زندگی میں معنی کا فقدان اپنے اندر خلا کا احساس، اجنبیت (Alienation) کو پیدا کرتا ہے اور اس احساس کا تعلق انسان کے وجود سے ہے۔ فرینکل لکھتا ہے کہ انسانی شخصیت تین جہتوں کی مالک ہوتی ہے (1) جسمانی (2) نفسیاتی (3) انسانی۔ فرینکل آخری جہت کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اس کے نزدیک فرد کے ارد گرد میں جو معنی کے مظہر یا قیادت ہوتے ہیں وہ ان کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہ اس محرک کے لئے ”قصہ معنی“ کی ترکیب وضع کرتا ہے۔ فرینکل کے پیش نظر وجودی تحلیل نفسی کے اصول مرتب کرنے تھے کہ فرد کی ذات مرکب العناصر ہونے کے باوجود وحدت کی حامل ہوتی ہے۔

فرینکل کے تصورات نفسیاتی حد تک محدود تھے لیکن وجودی نفسیات کو اس کے حوالے سے تصوراتی تائید حاصل نہیں تھی۔ جرمن فلسفی ہائڈیگر نے وجودیت کی تصور بندی میں پیش قدمی کی۔ 1927ء میں اس کی کتاب ”وجود اور وقت“ شائع ہوئی جس نے وجودی نفسیات دانوں کو ایک فلسفیانہ احساس فراہم کیا۔ ہائڈیگر کا فرد کا تصور انسانی تھا۔ اس نے انسان کا ادراک بطور ایک وجود کے کیا جو اس دنیا میں موجود ہے۔ وہ اس کے لئے Dasein کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ انسان کے بہتر افہام کے لئے اس کو اس کی دنیا کے حوالے سے دیکھنا



## ڈائجسٹ

کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ وہ ایک ادیب یا اس کے حصے بخرے کر کے اسے قارئین کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ تخیل نفسی میں تو شاید یہ طریقہ کار سودمند ہو لیکن ماہر نفسیات کا یہ محدود رول ادب کی تعلیم میں زیادہ مدد نہیں دیتا۔ اس تجربے میں خواہ فرائیڈ کے نظریات کو بروئے کار لایا جائے یا یونگ کے نظریات کو استعمال کیا جائے، تجربہ کرنے والے کے پیش نظر ایک مفروضہ رہتا ہے جس کی تائید یا تردید اس کے لئے لازمی ہوتی ہے۔ ادب کے مطالعے میں مروجہ تعلیم نفسی کی نسبت وجودی تخیل نفسی زیادہ بار آور ثابت ہوتی ہے کہ اس میں کسی قسم کا ماقبل وجود مفروضہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس وہ فرد، اس کی صورت حال اور وہ جس دنیا میں رہتا ہے، ان تمام کو ایک دوسرے سے مربوط کر کے جائزہ لیا جاتا ہے۔ چونکہ فرد کا مطالعہ اس کے وجود کے حوالے سے کیا جاتا ہے اس لئے تجربے کے دوران اس کے نظریات اور زندگی میں طرز عمل کو مد نظر رکھ کر نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔ سارتر ٹرائس پر اپنی کتاب میں نہ صرف اس کی زندگی کے واقعات کو زیر بحث لاتا ہے بلکہ اس کی تحریروں کو ان سے مربوط کرتا ہے۔ اور اس کے رجحانات پر محاکمہ کرتا ہے۔ سارتر کو دوسرے ماہرین نفسیات پر اس لئے بھی فضیلت ہے وہ نہ صرف زبردست ادیب تھا بلکہ اپنے عہد کا نظریہ ساز فلسفی بھی تھا۔

اردو میں ابھی نفسیاتی تنقید کا آغاز نہیں ہوا ہے۔ اس حوالے سے چند ایک مضامین جو لکھے گئے ہیں وہ بھی فرائیڈ کے مضامین کی چنگلی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اردو زبان میں نفسیات کا مضمون غیر حاضر ہے۔ اردو خوان جو کچھ انگریزی میں اس موضوع پر پڑھتے ہیں، انہیں لونی لنگزی اصطلاحوں میں اردو میں منتقل کر دیتے ہیں جس سے بات نہیں بنتی۔ ایک زبان میں کسی علم کی موجودگی کے لئے مناسب علمی آب و ہوا (Ethos) ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے لئے موزوں تراکیب کے ذخیرے کی موجودگی شرط ہوتی ہے۔ اگر یہ موجود نہ ہو تو کم سے کم اصطلاح سازی کا رجحان ہونا چاہئے۔ اردو میں یہ سب کچھ غیر حاضر ہے۔ نفسیاتی تنقید کی غیر حاضری سے اردو میں بہت سی مشاہیر شخصیات کا مطالعہ ابھی تک نہیں کیا جاسکا۔

اساس فرد کا وجود ہے، یہ اس کی شخصیت کے بعض حصوں کا مطالعہ کرنے کی بجائے اس کی کلیت کو مد نظر رکھتی ہے۔ وجودیوں نے اپنے دیستان فکر کا اطلاق ادب پر بھی کیا ہے اور اس کی اعلیٰ اور کامیاب مثالیں خود سارتر کی ٹرائس پر مبسوط کتاب ہے۔ اس اسلوب کو پرنگلی نقاد اور ناول نگار ملوسا نے فلوریہ پر اپنی کتاب میں استعمال کر کے غیر معمولی تنقیدی بصارت کا مظاہرہ کیا ہے۔

وجودی ماہرین نفسیات سے قبل فرائیڈ اور یونگ نے بھی نفسیات اور تخیل نفسی کو ادب کے مطالعے کے لئے استعمال کیا ہے۔ فرائیڈ کا دوستوفسکی پر مضمون تخیل نفسی کے بہترین نمونوں میں سے ایک ہے۔ فرائیڈ بذات خود ایک اسلوب ساز نثر نگار تھا، اس کے اسلوب میں یقین اور حکم کا لہجہ اس کا امتیاز ہے۔ فرائیڈ نے دوستوفسکی کے باپ، مذہب اور اپنے آپ سے تعلقات کی تثلیث کے ذریعے اس کی پیچیدہ شخصیت کا جائزہ لیا ہے۔ فرائیڈ اس تجربے میں کسی قسم کا محاکمہ دینے سے گریز کرتا ہے۔ وہ صرف اتنا لکھتا ہے کہ دوستوفسکی کا ادبی مرتبہ شکسیر سے صرف چند قدم پیچھے ہے۔ لیما رڈو دی وچی کا نفسیاتی مطالعہ بھی جدید تخیل نفسی اور ادب کے حوالے سے ایک کارنامے سے کم نہیں ہے۔ ادب کا تخیل نفسی کے حوالے سے یونگ بھی مطالعہ کرتا ہے۔ لیکن وہ اپنے مضمون ادب اور نفسیات میں ایک ماہر نفسیات کی حدود متعین کرتا ہے اور ہر طرح کے ادبی محاکمے سے گریز کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ بعض ناول نگار ناول کے دوران خود ہی اپنے کرداروں کا تجربہ کرنے لگتے ہیں اور یہ صورت حال ماہر نفسیات کے لئے پریشان کن ہوتی ہے۔ اس کے نزدیک ناول نگار کو چاہئے کہ وہ اپنے کرداروں کو جس طرح ہیں اسی طرح پیش کرے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ادب ماہر نفسیات کو ایک طرح کے معطلیات فراہم کرتا ہے۔ چونکہ یہ انسانی زندگی اور انسانی تعلقات کے بارے میں ہوتے ہیں، اس لئے ماہر نفسیات ان کو توڑ پھوڑ کر یا ان میں ربط قائم کر کے ادب یا اس کی تخلیق کے بارے میں نتائج اخذ کرتا ہے کہ کون ہے ایسے رجحانات تھے جنہوں نے اس کی تحریر میں علامتوں کا روپ دھار لیا ہے۔ ماہر نفسیات ان علامتوں کو Decode کرتا ہے۔ اگر نفسیات کو واقعی ایک سائنس تصور کر لیا جائے تو پھر اس کا کام تجربے





## برقی قوت اور احتساب

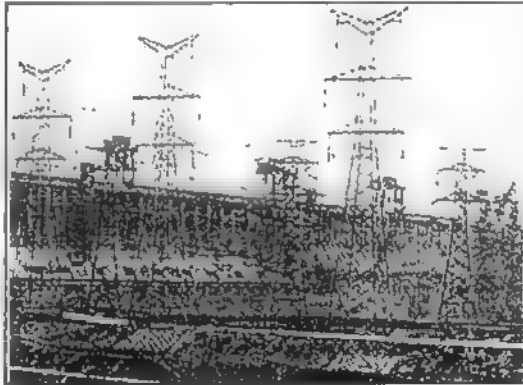
قوت کا احتساب کریں اور اسے بھی اللہ کی عظیم نعمت سمجھ کر حسب ضرورت استعمال کریں اور اسراف سے بچیں اور عظیم نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ اللہ کے پاس اس عظیم نعمت کا بھی حساب ہوگا۔ برقی قوت (Electric Energy) آج کے انڈسٹری اور الیکٹرانک دور میں بہت اہم رول ادا کرتا ہے جس سے روزگار وابستہ ہے۔

کارخانوں میں، گھروں میں، کپڑے دھونے، استری کرنے، پانی پینے کی صفائی کے پلانٹ اور پمپ کے ذریعہ گھروں تک پانی مہیا کیا جاتا، الغرض گھروں میں الیکٹرانک مشینوں کا استعمال عام ہے، جس کے لئے آپ کو ان کے استعمال کے دوران بجلی خرچ کا حساب غور کرنے کے لئے دیا جا رہا ہے آپ اسے بغور پڑھیں اور الیکٹرانک قوت کا استعمال

حسب ضرورت کریں اور اسراف سے بچیں۔ ہر قوت کی اکائی ہوتی ہے اور اس کی پیداوار پر بھی خرچ آتا ہے۔ برقی قوت پیدا کرنے کے لئے ہم جزیرہ بیٹری و شمسی (Solar) بیٹری سے برقی قوت حاصل کر سکتے ہیں لیکن سب سے آسان اور واہجی، کفایتی قیمت پر الیکٹرانک سپلائی کمپنی (محکمہ الیکٹرانک بورڈ) ہم کو اے سی سپلائی (الٹرنیٹ کرنٹ) جو 50/50 سائیکل فی سیکنڈ مہیا کرتا ہے۔ اے سی سپلائی کے لئے بھی الگ الگ کمپنیاں کاروبار کر رہی ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں قمر

زیادتی نہ کرو اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (سورہ بقرہ)۔ اللہ کے فضل میں ہمیں بے شمار نعمتیں ملی ہیں اور اس کا استعمال بھی کسی طرح کیا جانا چاہئے اس کا طریقہ محمد ﷺ نے قرآن کے مطابق عمل کر کے بتایا ہے حتیٰ کہ پانی کے بارے میں بھی یہ بتایا ہے کہ پانی کا خرچ ضرورت کے مطابق کریں اسراف سے بچیں یعنی ضرورت

سے زیادہ خرچ کو اسراف میں شمار کیا ہے اور یہ بھی زیادتی ہے اس کی جوادی ہوگی۔ یہ وضو کرنے کے سلسلے میں آگاہی تھی۔ بحیثیت امت محمدیہ ہونے کے ہمارے اوپر جو ذمہ داری ہے وہ ایک خلیفہ ہونے کے اور برائی سے روکنے بھلائی کی طرف بلانے قرآن اور سنت نبوی پر عمل کر کے دوسروں کو اس



کی دعوت دینا انسانوں نے ترقی کرتے کرتے ہر تہذیب و تمدن میں نئی نئی ایجادیں کیں۔ انجینئرنگ کے شعبے میں انسان کی آسانیوں کے لئے قوت کا استعمال کیا ہے جیسے پانی کی قوت سے بجلی، ہوا کی قوت، پٹرول کی قوت، بھاپ کی قوت اور سورج کی توانائی کا استعمال کر کے روشنی، تیز رفتار گاڑیاں، ہوائی جہاز، کارخانے الیکٹرانک مشینیں بنائیں جو آج وقت اور آدمی کی قوت بچاتے ہیں اور انسان کو آرام اور سہولیت پہنچاتے ہیں۔ آئیے ہم برقی آلات کا استعمال اور اس کی



## ڈائجسٹ

قانونی اور پیداواری نقصانات اور سماجی نقصانات اور تا انصافیاں ہو رہی ہے اس کا احتساب ہمارے لئے بحیثیت امت محمدیہ ضروری ہے۔

آج منصوبہ بندی کے ذریعہ ریاستوں کو جوڈر برقی گریڈنگ (Gridding) کی جارہی ہے۔ جس کی وجہ سے بجلی میں رکاوٹ نہیں ہوگی۔ بجلی کا حساب اور خرچ سالانہ میگا واٹ یا یونٹ میں کیا جاتا ہے۔ اور یہ ریاست کی بجلی پیداواری قوت پر منحصر ہے۔ ایک درمیانی اوسط برقی بل کا حساب ذیل درج ہے جو حج اندازے کے مطابق ہے۔ فی یونٹ فی دن کے حساب سے نکالا گیا ہے۔ 100/واٹ کا بلب 10/ گھنٹے استعمال ہو تو تقریباً ایک یونٹ خرچ ہوتا ہے۔

(1 Kwh = 1000 Watt Per Hour)

1000 واٹ بیٹری گھنٹے استعمال ہو تو تقریباً ایک یونٹ ہوتا ہے (اسٹری، برقی چولہا)۔

200 واٹ ریفریجریٹر 5 گھنٹے استعمال ہو تو تقریباً ایک یونٹ ہوتا ہے (ٹی۔وی۔ برقی پمپ پانی کا۔ کپڑے دھونے کی مشین کا بھی یہی حساب ہے)۔

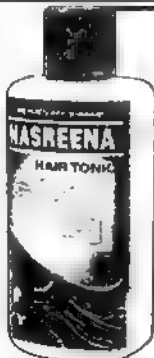
70 واٹ چمکا 14 گھنٹے استعمال ہو تو تقریباً ایک یونٹ خرچ ہوتا ہے۔ اس طرح 4 یونٹ فی دن ایک ماہ کے 120 یونٹ 2 روپے 50 پیسے کے مطابق 270 روپے ہوگا۔

پاور کارپوریشن (T.P.C) اور رورل الیکٹرک کارپوریشن (R.E.C) اور دوسرے کمپنیاں کم قیمت میں بجلی فراہم کرتے ہیں جو ریاستی محکمہ الیکٹرک بورڈ سپلائی کمپنی کے ذریعہ آپ کے گھروں تک الیکٹرک پاور مہیا کرتی ہے جس کا برقی میٹر کے ذریعہ آپ کا خرچ ناپا جاتا ہے۔ آج کے ترقی پذیر دور میں نئی کمپنیاں اپنے ملک میں اپنا کاروبار کر رہی ہیں اور بجلی مہیا کر رہی ہیں۔ جیسے بھارت ہوی الیکٹرک (B.H.E.L) ٹاتا (Tata) ریلیئنس (Reliance) اور بی ایس ای ایس (B.S.E.S) وغیرہ فی اکائی برقی قوت الیکٹرک یونٹ گھر تک یا ضرورت مند تک پہنچانے کے لئے پیداواری خرچ ٹرانسمیشن خرچ (الیکٹرک لاس) الیکٹرک ہاؤس کا نقصان دسروں چارج کے حساب سے فی یونٹ لیتی ہیں جس کی تفصیل آپ الیکٹرک بل میں پڑھ سکتے ہیں۔ بجلی کی پیداوار کے لئے آبادی کے تناسب سے نئے برقی توانائی پروجیکٹ منصوبہ بندی کے ذریعہ قائم کئے جاتے ہیں جس پر خرچ کافی مقدار میں ہوتا ہے جس کے لئے ورلڈ بینک (World Bank) اور دوسرے ادارے قرض دیتے ہیں۔ لیکن ہندوستان ذرا مٹی ملک ہونے کے سبب بجلی کا ستر فیصد (70%) حصہ ذرا مٹی پمپ استعمال کے لئے ہوتا ہے اس لئے کم خرچ پر بجلی مہیا کی جاتی ہے جس سے ملک میں ترقی ہے۔ لیکن یہ بارش پر منحصر ہوتا ہے اگر بارش اچھی ہو تو سال بھر کنوئیں میں پانی ہوتا ہے اور بجلی کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ ہم اپنا بجلی کا استعمال اپنے ماہانہ بجٹ کے حساب سے رکھیں تو ہے ورنہ ٹرانسمیشن اس کے ساتھ ساتھ زائد بجلی یا بجلی کا غیر قانونی استعمال یا بجلی کی چوری جو میٹر میں ریکارڈ نہیں ہو رہی ہے اس سے

جب آپ کے بال کنگھے کے ساتھ گرنے لگیں تو..... آپ مایوس نہ ہوں

ایسی حالت میں نسرینا ہیر ٹانک کا استعمال شروع کریں۔

یہ بالوں کو وقت سے پہلے سفید ہونے اور گرنے سے روکتا ہے۔



Mfd. by: **NEW ROYAL PRODUCTS**

21/2, Lane No. 7, Friends Colony Indl. Area,  
G.T. Road, Shahdara, Delhi-95 Tel.: 55354669

Distributor in Delhi:

**M. S. BROTHERS**  
5137, Ballimaran, Delhi-8  
Phone: 23958755



## مینگروز۔ سمندری طوفان کے قدرتی محافظ

در اصل سمندری لہروں کے غیض و غضب کو جمیل کر ان لہروں کو شانت کر دیتے ہیں اور اس طرح انسانی آبادی کی حفاظت کرتے ہیں۔ انسانی آبادی، شہروں اور عمارتوں اور اونچے اٹھنے والی سمندری موجوں کے بیچ میں یہ مزاحمت کر کے طوفان کے زور کو توڑ ڈالتے ہیں ان ہی کی بدولت سمندروں میں اٹھنے والی لہریں رہائشی علاقوں تک پہنچ نہیں پاتیں۔ اور اس طرح جان و مال کے نقصان کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔

مگر براہو انسانی ہوس کا کہ ان خود زود و دلوں کو صاف کر کے دھان کی بھتی کے لئے جگہ حاصل کی جا رہی ہے۔ یہ بات اس وقت پایہ ثبوت کو پہنچی جب 29 اکتوبر 99ء میں مشرقی ساحل پر زبردست طوفان آیا۔ اس سے 10 ہزار کے قریب افراد مارے گئے جن میں سے 70% سیلاب میں ڈوب کر مرے۔ دہلی یونیورسٹی اور امریکہ کی ڈیوک یونیورسٹی نے مشترکہ طور پر ایک تجزیہ کیا۔ انہوں نے یہ حیرت انگیز بات نوٹ کی کہ تباہ کاری کا یہ سلسلہ ان علاقوں میں زیادہ تھا جہاں مینگروز کم تھے۔ ان قدرتی جنگلات میں دھیرے دھیرے کمی واقع ہوئی ہے۔ مثلاً 1944ء میں کیندر پاڑا

ہندوستان کے مشرقی علاقے خصوصاً سندھین کے نچلے دلدلی علاقوں میں مخصوص قسم کے پودے پائے جاتے ہیں جنہیں مینگروز (Mangroves) کہا جاتا ہے۔ یہ

رسالے کا نیا ای۔ میل پتہ نوٹ فرمائیں

maparvaiz@googlemail.com

ازراہ کرم vsni والے پرانے ای۔ میل پتے کا استعمال نہ کریں۔

(ادارہ)

در اصل مطابقت کی ایک اچھی مثال ہے جس میں کچھ اور دلدل میں اگنے والے یہ پودے عمل تنفس کے لئے اپنے تنوں میں تبدل کر لیتے ہیں۔ ان کے حصے دلدل سے باہر نکلے نظر آتے ہیں اور سانس لینے کے لئے ان پر سوراخ بنے ہوتے ہیں۔ بنگال کے علاوہ اڑیسہ میں بھی یہ خود زود و پودے دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ پودے



## ڈائجسٹ

کی افراط ہے Jiangqiao کمپنی کے ایک ٹیکنیشن کے ایما پر مقامی بامصوبہ اینڈ ریسرچ انڈسٹری لمیٹڈ کو بانس سے بنے کی بورڈ

(اڑیسہ) کے 31000 ہیکٹر علاقے میں یہ پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں کے ہر گاؤں میں اوسطاً 5 کلومیٹر میٹرگرتھے۔ مگر چاول کی کاشت کے لئے زمین کی بازیابی کے بعد اب یہ 1.2 کلومیٹر رہ گئے۔



بنائے کا خیال آیا اور یہ پمپنی اب تک 20 ہزار کی بورڈ فروخت کر چکی ہے اور مزید بیس ہزار کے آرڈر ہیں ایسے بورڈ کی مانگ یورپی ممالک میں زیادہ ہے کیونکہ یہ پلاسٹک کے ٹھنڈے بدل ہیں اور ماحول دوست ہیں ابھی لوگوں میں گرین ٹکنالوجی کو اپنانے کا رجحان بڑھا ہے۔ چنانچہ بانس سے بنائے جانے والے کی بورڈ کی تیاری میں مال کی کٹی دشواریوں پر قابو پایا گیا ہے کیونکہ ان کے ترخ (کرپک ہو جانے) کا خطرہ تھا اسی طرح اوپر سے گرنے پر یہ ٹوٹ جاتے تھے اور میں بورڈ سے بانس کے کی بورڈ کی فٹنگ ایک چیلنج تھا۔ اسکول آف مسٹرل سائنس اینڈ انجینئرنگ، نان چیگ یونیورسٹی Nanchang کے پروفیسر Zhu Zhenglion کے مطابق صارف اسے بڑا آرام دہ پاتے ہیں۔ بانس سے تیار یہ کی بورڈ گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم ہوتے ہیں۔ اس میں برق سکونی کو روک لینے کی صلاحیت پائی جاتی ہے نیز بانس میں موجود رگوں میں ہالائے بنشی شعاعوں کو

اٹھا لے کر سمندر اور بہتی کے بیچ حفاظتی مہم کمپنی بھی واقع ہوئی ہے۔ دہلی اور ڈیوگ یونیورسٹی کی ٹیم نے کیندر پارڈ میں طوفان سے ہونے والی 409 اموات کا تجزیہ کیا۔ بقول پروفیسر جفری (پروفیسر آف فارلیٹ اکٹائکس اینڈ مینجمنٹ)۔ مینگر وز سے ڈھکے رقبے اور ہونے والی اموات کی شرح میں مکھوس تناسب ہے۔ ان کی کھوج کا احوال نیشنل اکیڈمی آف سائنسز کے ہفتے وار Recknor میں یہ اطلاعات چھپ چکی ہیں۔

## چین کے تیار شدہ ماحول دوست، کی بورڈ

موبائل فون، ٹی۔وی، کمپیوٹر وغیرہ ایسے مخصوص پلاسٹک سے بنائے جاتے ہیں قدرت میں جن کی تحلیل اور تجزیہ نہیں ہوتا۔ اب چین میں اگنے والے بانس سے کمپیوٹر کے کی بورڈ Key-Board بننے لگے ہیں چین کے Jiangxis Tongue صوبے میں بانس



## ڈائجسٹ

نظر بند کر دیا گیا تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو ماحول دوست، مشہور کرنے والی صنعت کی قیمت یہاں کام کرنے والے ملازمین کو چکانی پڑ رہی ہے۔ مغربی ممالک کے مفاد کے لئے مقامی لوگوں کی صحت کو دواؤں پر لگایا جا رہا ہے۔ جنوبی چین میں واقع ان کارخانوں خصوصاً فوشان اور Gangzhou شہروں کے باشندوں پر کئے گئے سیکڑوں جانچ سے یہ تصدیق ہو چکی ہے کہ اس زہر ہلال کی مقدار ان کے جسم میں موجود ہے جو بین الاقوامی سطح پر طے کئے گئے لیول سے کہیں زیادہ ہے۔ مزدوروں کے علاوہ دیگر ملازمین بھی خطرات کے سائے میں جھپے پر مجبور ہیں۔ مزدوروں کے پیشاب کی جانچ سے بھی یہ عندیہ ملتا ہے کہ ان کے جسم میں یہ مضر ترسار مادہ موجود ہے۔ ڈاکٹروں، وکیل، ہیستہ ورکروں اور خود عدالت کی تشویش بے جا نہیں اس لئے چین میں پہلی بار ایسی عوامی عرضداشت کی ششواکی منظوری دی گئی ہے جس میں ہزاروں ڈاکٹر کے ہر جانے کا بھی دعویٰ کیا گیا ہے۔

## مہنگی جگ

یورپین یونین کی ذیلی کمیٹی یورپین کمیشن نے دسمبر 9 میں ہونے والی موسمی تبدیلیوں کی عالمی گفتگو اور کانفرنس کے لئے اندرونی طور پر پیش کی جانے والی رپورٹ تیار کی ہے۔ یورپی یونین کی منظمہ کی اندرونی رپورٹ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ موسمی تبدیلیوں کے خلاف جنگ میں سن 2020ء تک 175 بلین یورو (یعنی 230 ملین ڈالر) سالانہ خرچ ہونے کی توقع ہے۔ یہ تخمینہ بتدریج ہر سال بڑھتے ہوئے اس نشانے تک جا پہنچے گا یہ رقم معمولی نہیں اور کساد بازاری کے اس دور میں اس کے اثرات کئی ملکوں کی معیشت پر پڑ سکتے ہیں۔ اس کرۂ ارض پر بسنے والے ہر شخص کو اس پر سنجیدگی سے غور کر کے اس جنگ کے خلاف اپنے بس بھر کوشش کرنی چاہئے تاکہ حالات مزید بگڑنے سے بچ جائیں۔

جذبہ کر لینے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ مقامی مارکیٹ کی بجائے یورپی مارکٹوں میں اس کی مانگ بڑھی ہے لہذا یہ کی بورڈ بڑے پیمانے پر چین سے برآمد کئے جا رہے ہیں۔

## ”گرین بلب“ چین میں دشمن جاں بن گئے

بیجنگ کی ایک عدالت نے آخر کار پارے سے انہضامی نظام کو پہنچنے والے نقصان کی 375000 ڈالر کی بھرپائی کی عرضداشت کی سماعت کو اپنی منظوری دے دی ہے۔ واضح رہے کہ چین میں یہ پہلی نظیر ہے جب کہ کسی شکایت کنندہ کی درخواست منظور کی گئی ہے۔ عالمی حدت کے تناظر میں یورپی یونین کے ممالک نے ایک تجویز منظور کی ہے جس کے تحت گرین ہاؤس گیسوں میں تخفیف پر زور دیا گیا ہے۔ اسی سلسلے میں برطانیہ نے سن 2012 تک اپنے شہریوں کو CFL کمپیٹ فلوروری فیکس لائٹ کے استعمال کا پابند بنایا ہے۔ ان بلبوں کو تین برس کے عرصے میں بطور متبادل استعمال کرنے کی ہدایات جاری کی گئی ہیں تاکہ سالانہ پانچ ملین ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ کو فضا میں شامل ہونے سے بچایا جاسکے۔ یہ کامیابی سی۔ ایف۔ ایل بلب کے استعمال سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

سی۔ ایف۔ ایل کی تیاری کے ابتدائی مرحلے میں پارے کا استعمال کیا جاتا ہے تاکہ کیسائی تحمل کی ابتدا کی جاسکے۔ عالمی صحت کی تنظیم پارے یا اس کی بھاپ کو انسانی صحت کے لئے خطرناک مانتی ہے مگر چین خصوصاً اس کے جنوبی حصے میں واقع منظم اور غیر منظم بلب کی کمپنیوں میں پارے کا دھڑلے سے استعمال ہو رہا ہے۔ پارے کی قلیل مقدار بھی جسم میں جمع ہو کر عصبی نظام، ہیکچرے گردے وغیرہ کو متاثر کرتی ہے چھوٹے بچوں اور مادرشکم میں چلنے والے بچوں کے لئے تو یہ اور بھی مہلک ثابت ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لئے چین میں پارے کی بند کھدانوں کو دوبارہ کھولا گیا ہے جنہیں ماضی قریب میں ماحول کی آلودگی اور انسانی صحت پر پڑنے والے مضر اثرات کے پیش



## انسانی ارتقا کی گمشدہ کڑی؟

فوسل نوع کے حصول پر اس قدر جوش میں تھے کہ انہوں نے اسے اپنی بیٹی کا نام دے ڈالا اور اس طرح اسے عرضی نام ایڈا (Ida) حاصل ہوا۔

ایڈا نے سائنسی دنیا میں ایک بار پھر نسل انسانی اور اس کی اسلافی کڑیوں کی بابت بحث چھیڑ دی ہے۔ ایڈا کا زمانہ حیات Eocene (34-55 ملین سال قبل) عہدے وسط کا شروع عاتی دور تھا۔ یہ وہ دور تھا جب ڈائنا سارنا پید ہو چکے تھے اور پستاندار حیوان (Mammals) اپنی موجودگی درج کرانے لگ گئے تھے۔

Dr. hurum اور ان کے رفقاء کے کار یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ فوسل انسانی نسل اور اس کے اسلاف کے درمیان کی گمشدہ کڑی ہے۔ وہ ایسی امید ظاہر کر رہے ہیں کہ اب انسانی ارتقا کے مختلف مدارج کو صحیح تناظر میں پیش کیا جاسکے گا۔

ایڈا پر گزشتہ دو برسوں میں جو تحقیقات کی گئیں ان کی بنا پر ماہرین رکازی حیاتیات کے نزدیک پرائیمیٹ کی شاخ Adopiform اسے اس نوع کا رشتہ ثابت ہوا ہے۔ یہ وہ شاخ ہے جس سے جدید لیور کی نمونہ ہوئی ہے۔ ان کے مطابق پرائیمیٹ فوسل کے حوالے سے یہ دریافت اب تک کی سب سے اہم اور مکمل دریافت ہے۔ یہ ڈھانچہ حیرت انگیز طور پر 95 فیصد صحیح حالت میں موجود ہے۔ یہاں تک کہ اس کے جسم پر موجود بال کے نمونے بھی دیکھے جاسکتے ہیں ساتھ ہی اس حیوان نے جو آخری غذا استعمال کی تھی یعنی پھل اور پتے۔ ان کی باقیات بھی شکمی جون (Abdominal Cavity)

20 مئی 2009 کو علم ارتقا کے شعبہ میں ایک انقلابی پیش رفت کی خبر آئی۔ ارتقا (Evolution) زمانہ قدیم سے بحث کا موضوع بنا ہوا ہے۔ عام انسانوں کے علاوہ سائنس دانوں اور ماہرین رکازی حیاتیات (Paleobiologists) بھی اس حوالے سے انتشار کے شکار ہیں اور اس کے تئیں کسی حتمی فیصلے تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ اس سلسلہ میں چارلس ڈارون کا نظریہ خاصا اہم ہے مگر وہ بھی تکراری اور اختلافی نوعیت کا حامل ہے۔ اب اس نئی دریافت نے ارتقا کی بحث کو ایک بار پھر اچھال دیا ہے۔

یہ نئی دریافت 47 ملین سال قدیم پرائیمیٹ (اعلا مخلوق بندر، لنگور وغیرہ) کا ڈھانچہ ہے جس کی نقاب کشائی نیویارک واقع امریکن میوزیم آف نیچرل ہسٹری میں 19 مئی 2009 کو کی گئی۔ اس فوسل (Fossil) یا رکاز کا سائنسی نام Darwinius Masillae ہے۔ لفظ Darwinius چارلس ڈارون کا اشاریہ ہے جب کہ Masillae اس مقام کا اظہار یہ ہے جہاں سے اسے دریافت کیا گیا ہے۔ اس فوسل کو جرمنی میں فرینگلفٹ کے قریب Massel Shale Pit نامی مقام سے حاصل کیا گیا ہے۔ 26 برسوں قبل فوسل جمع کرنے والے Thomas Perner نام کے شخص نے اس نوع کو ہمیں سے دریافت کیا تھا۔ 2006 تک یہ نوع گم نامی کے پردے میں پڑی رہی پھر اسی سال ماہر رکازیات اوسلو یونیورسٹی کے Jorn Hurum نے اسے یونیورسٹی کے تعاون سے حاصل کیا اور اس کا مطالعہ شروع کیا۔ وہ اس



## پیش رفت

ایڈاگشده كڑى هے تو كىاب اس كے حصول اور مطالعے كے بعد هم اپنے اولين ممكنه اسلاف كى نشاندہى ميں كامياب هو جائيم گے اور كسى حتمى فيصله تك پہنچ سكيں گے؟ كيا يه ارتقا كى كهانى كا اختتام يا Drop Scene هوگا؟ اس سلسله ميں نيو يارك واقع Stony Brook University كے Prof. John Fleagle نے كهيا كہ اس كى بابت كوئى حتمى فيصله پورے غور و خوض كے بعد پورا سائنسى معاشره نى لے سكتا هے كہ يه فرد واحد كا كام نهيں هے۔ اور ايسے كسى فيصله تك پہنچنے ميں مستقبل كے كئى سال دركار هيں۔

حالا نكه خود ڈارون كا نظريه ارتقا سوالوں ميں گھرا هوا هے مگر جو ان كے خيال سے متفق هيں وه انسان و حيوان كے درميانى رشتہ كو ڈارون كى عينك سے نى ديكھتے هيں، سبكي وجہ هے كہ حاليه دريافت شده ايڈا كے سائنسى نام ميں ڈارون كے نام كى بهى شموليت هے۔ ايك طرح سے ماہرين ركازيات كا يه ڈارون كے تين خراج عقيدت هے۔ صرف سبكي نهيں بلكه مختلف حيوانات كے سائنسى نام ميں ڈارون كا نام كم و بيش 1350 دفع استعمال هوا هے جس سے ڈارون كو زندہ جايد بنانے كى كوشش كى گئي هے۔

اس ميں كوئى شك نهيں كہ ايڈا كى دريافت اور گزشتہ دو برسوں ميں اس پراييك پروجيكت كے تحت كئے گئے مطالعے ركازى حياتيات كى تفهيم ميں بے حد معاون هوں گے مگر اس سے ارتقا كى پے چيده گھمياں سلجھ جائيم كى اور يه واقعى گشده كڑى ثابت هو پائے كى۔ كهنا بهت مشكل هے۔ هم اسے اس صدى كى ايك اهم اور بڑى سائنسى پوش رفت سے تعبير تو ضرور كر سكتے هيں مگر اسے انسانى جد اعلا نهيں سمجھ سكتے۔

اس پوش رفت كو نيو يارك ناظمز اور وال اسٹريت جزل نے صفحہ اول پر جگہ دي هے۔ دو گھنٹوں كى بي بي سي نے ايك دستاويزى فلم بهى بنائى هے۔ ساتھ نى Colin Tudge كى كتاب 'The Link: Uncovering Our Earliest Ancestor' بهى منظر عام پر آئى هے مگر ان سب سے بهى ارتقا پر چھاننى دهنده صاف هوتى نظر نهيں آتى۔

ميں موجود هيں۔ اس نوع كو ماہرے قريبى سوروثى ربط كے طور پر چش كيا جارهاے، اگر چہ ماہرين كى ايك جماعت ايسا ماننے سے گريز كر رهي هے۔ ان كے نزديك يه نوع Anthropoids لعنى اس جماعت سے تعلق نهيں ركھتي هے جس ميں بندر اور بندر نى مخلوق اور انسان كى شموليت هے۔ چون كہ اس نوع ميں 'Tooth Comb' اور 'Toilet Claws' موجود نهيں هيں لہذا اسے Anthropoids سے مربوط نهيں سمجھا جاسكتا۔ بهر حال، بحيش جارى هيں اور زيادہ تر ماہرين اس نوع كو اسى ارتقا كى راو كى ايك اهم كڑى سے تعبير كر رہے هيں جس سے موجوده انسان كى نشو و نما هوئى هے۔ سبكي سبب هے كہ Dr Hurum اور ان كى ٹيم اسے انسانى ارتقا كى پے چيده راہوں كا ايك لائق رہبر سمجھ رہے هيں اور اپنے اولين ممكنه اسلاف كا نمائندہ بهى۔ اس دريافت پر ماہرين كى ايك بڑى جماعت بے حد خوش اور مطمئن نظر آ رهي هے۔ جرمى كے ايك ماہر Jens Franzen اس قدر جوش ميں آگئے كہ اسے دنيا كا آٹھواں عجوبہ كهہ ڈالا۔ اسى طرح ايڈا پر بي بي سي كے لئے ايك دستاويزى پروگرام كے خالق Sir David Attenborough اس نوع كو ارتقا كے باب ميں ايك كليدى كردار سے تعبير كر رہے هيں۔ انہوں نے كهيا كہ 150 برسوں قبل ڈارون نے انسانوں كا رشتہ حيوانات سے مربوط بتايا تھا اور اب اس نئى دريافت نے ہمیں اس قول كى اہميت كو ايك بار پھر ماننے پر مجبور كر ديا هے۔ اگر آج ڈارون زندہ هوتے تو اس نوع كى دريافت پر بے حد خوش هوتے۔

حاليه فصول كى دريافت ارتقا كے مسئلہ پر بحث كے نئے دروا كرتى هے۔ چون كہ ارتقا كا مسئلہ اختلافى نوعيت كا هے لہذا اس كى مخالفت ميں اكثراً آوازيں اٹھتى رهي هيں۔ لوگوں كا ايك بڑا گروهه هے جو اسے ماننے سے سكر گريز كرتا هے كہ يه خدا، نظام قدرت اور اصول فطرت ميں دخيل هوتا هے جو بہتوں كو كسى طور منظور نهيں۔ چلے اگر يه تسليم بهى كر ليا جائے كہ اعلا مخلوقات بشمول انسان كے ارتقا كى سفر كى



## سوال قائم ہے

ہمارے، چرند آئے	ہے ارتقا کا یہ مسئلہ کیا؟
پھر اونچے درجے کے بندروں سے	وجود انسان کا فلسفہ کیا؟
یہ نسل انسان کی چل پڑی ہے	تم اس کی بابت بتا رہے ہو
اگر یہ سچ ہے	کہ مفرد یک خلوی آبی کیڑا
تو پھر وہ کیا تھا	ہے ارتقا کے سفر کا رہبر
کہ خاک یک مشت سے خدا نے	اسی کے پیچھے ہیں ساری فسلین
بنا دیا آدم	تمام کیڑے بھی، کچھوے بھی
خوش کیوں ہو؟ جواب تو دو	یہ یکمیاں بھی، یہ سارے مچھر
خیر چھوڑو	اسی کی قسمیں
یہ جذبہ غذا ہی ہے، مانا	پھر آئے حیوان ریڑھ والے
گزر بناؤ	تھی ان میں مچھلی بھی اور مینڈک
اس مفرد، یک خلوی آبی کیڑا	تھی چھپکلی بھی
کی تخلیق کیسے ہوئی تھی آخر؟	یہ سلسلہ پھر بڑھا جو آگے





میراث

# میڈم میری کیوری: ایک شخصیتی مطالعہ

رہے تھے۔ کیونکہ پورا کمرہ دھوئیں اور مختلف قسم کی بوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ کبھی کبھی عورت کے کھانسنے کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ دفعتاً ان دونوں کی چیخ کھل پڑی۔ لیکن شاید یہ غشی کی چیخ تھی۔

یہ مرد عورت میڈم میری کیوری

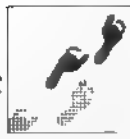
(Maire Curie) اور ان کے شوہر پیری کیوری (Piere Curie) تھے جو گزشتہ چار سال سے اپنے تجربوں کے ذریعے خالص ریڈیم عنصر حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور آج وہ اپنے اس عمل میں کامیاب ہو کر ریڈیم حاصل کر چکے تھے۔

سائنس کی دنیا میں میڈم میری کیوری کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا جنہوں نے دنیا کو تاب کاری (Radioactivity) کی جدید تحقیق اور دو تاب کاری عناصر (Radioactive Elements) پلونیئم (Polonium) اور ریڈیم (Radium) سے روشناس کرایا۔ میڈم میری کیوری کی پیدائش 7 نومبر 1867ء کو پولینڈ کے دارالحکومت 'وارسا' (Warsaw) میں ہوئی تھی۔ ان کا اصل نام ماریا سکلوڈوسکا (Maria Sklodowska) تھا۔ میری کیوری کے بچپن کے حالات کچھ اچھے نہیں تھے۔ عہد طفولیت میں ان کو بڑی

میری کیوری ایک عظیم محقق تھیں۔  
اس سال جولائی میں ان کی وفات کے  
75 سال ہو رہے ہیں۔ ادارہ بطور  
خراج عقیدت یہ تحریر شائع کر رہا ہے۔

وہ دسمبر کی ایک سرد اور تاریک رات تھی۔ ہر طرف ہوا کا عالم تھا۔ سڑکیں ویران ہو گئی تھیں۔ صرف اٹکا ڈنکا مکان میں روشنی آرہی تھی۔ ایسے ہی ایک شکتہ اور ٹوٹے پھوٹے مکان کی کھڑکیں اب بھی روشن تھیں۔ اس مکان میں صرف ایک مرد اور ایک عورت تھی۔ یہ لوگ شاید کوئی تجربہ کر



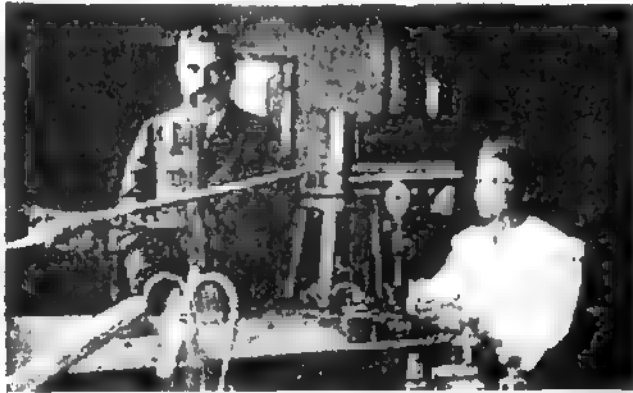


مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ گیارہ سال کی عمر میں ان کے والد جو ایک ٹیچر تھے، کو نوکری سے نکال دیا گیا۔ اور اس کے بعد ہی ان کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب وہ انیس سال کی تھیں تو باوجود شوق انہیں اپنی تعلیم ترک کر کے ایک گھر میں استانی کی نوکری کرنی پڑی۔ لیکن ایک واقعے کے بناء پر انھوں نے اس نوکری کو ترک کر دیا۔ میری کیوری کو تعلیم کا بچپن سے ہی شوق تھا۔ اور وہ اس میں کافی کامیاب بھی تھیں۔ کئی مرتبہ وہ اول نمبر سے کامیاب ہو چکی تھیں۔ نوکری ترک کرنے کے بعد

وہ 1891ء میں بیرس چلی گئیں

اور وہاں از سر نو اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ انہوں نے اپنی تعلیم کا موضوع سائنس کو بنایا۔ بلکہ سائنس ان کا پسندیدہ موضوع تھا۔

میری کیوری بچپن سے ہی نہایت محکمہ الموم اور بہت زیادہ شرمیلی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بیرس میں اپنے دور ان تعلیم با لکل الگ تھلک رہیں اور صرف اپنے مطالعے میں غرق رہیں۔



میری کیوری اپنے شوہر کے ساتھ

اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ ان کا کافی تنگ حالی کا دور تھا۔ نوکری ترک کرنے کی وجہ سے معاشی مشکل اور بڑھ گئی تھی۔ مگر آفریں ہے کہ اس تنگ حالی کی زندگی میں بھی انہوں نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ اس وقت وہ اپنا خرچ کسی طرح اپنی گزشتہ ملازمت میں جمع کیے گئے پیسوں سے پورا کرتی تھیں۔ جس میں روزمرہ کے سامان، کھانا کپڑا کے علاوہ مکان کا کرایہ بھی شامل تھا۔ چنانچہ پیسے کم ہونے کی وجہ سے وہ کافی کفایت شعاری سے

کام لیتیں تھیں، حتیٰ کہ سردیوں کے موسم میں سخت سردی کی وجہ سے وہ سوتے وقت اپنے اوپر اپنے صندوق کے تمام کپڑے نکال کر ڈال لیتیں۔ اسی طرح وہ وقت کے استعمال میں اتنی چابکدستی کا ثبوت دیتیں کہ کھانا پکانے کے وقت کو ضیاع تصور کرتے ہوئے ہفتوں خشک غذا (بریڈ اور مکھن) پر ہی گزارہ کر لیتیں۔ اپنی تعلیم کے دوران ہی 25 جولائی 1895 کو میری کیوری نے ایک ایسے شخص سے شادی کر لی جو خود ایک سائنس

داں تھا۔ اس شادی کے بعد میری کیوری کو اپنی علمی ترقی کا سنہرا موقع مل گیا۔ اور وہ اور ان کے شوہر پیری کیوری (Pierre Curie) نے مل کر سائنس کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔

اسی دوران ایک سائنس داں انٹونو ہنری بیکوریل (Antoine Henry Becquerel) تاب کاری (Radioactivity) کے موضوع پر کام کر رہے تھے۔ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ یورانیئم (Uranium) کے پاس رکھی



بالآخر اپنے تجربے کے دوران میری کیوری نے بتایا کہ ان دھاتوں سے شعاعیں کسی بے نام عنصر کی وجہ سے نکلتی ہیں۔ پھر اس بے نام عنصر کی تحقیق کرنے کے لئے انہوں نے مزید تجربات کئے اور آخر کار 1898ء میں انہوں نے اس عنصر کو ریڈیم کی شکل میں دریافت کر لیا۔ جو یورانیئم کی بہ نسبت تقریباً بیس لاکھ گنا زیادہ تاب کار (Radioactive) ہوتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے ایک اور تاب کاری عنصر پولونیئم (Polonium) کی دریافت بھی کی۔ (جس کا نام انہوں نے اپنے وطن پولینڈ کے نام پر رکھا۔)

ان تمام تجربوں کے درمیان ان کے شوہر ہیری کیوری ان کے برابر کے شریک تھے۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ تاب کاری (Radioactivity) کے حقیقی دریافت کنندہ (Discoverers) کیوری خاندان ہی ہے۔ اس کے بعد 1902ء میں انہوں نے خالص ریڈیم پیش کیا۔ ریڈیم کی دریافت سائنس کی دنیا میں ایک خاص اہمیت کی حامل تھی، کیونکہ یہ ایک ایسا عنصر تھا جو کینسر جیسے خطرناک مرض میں مفید ثابت ہوا۔

سائنس کی دنیا میں میری کیوری کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ چنانچہ اس کا اعتراف کیا گیا۔ اور اس پر انہیں مختلف ایوارڈز و انعامات کے علاوہ 1903ء میں انہیں تاب کاری پر کام کرنے کے لئے طبیعیات (Physics) کے نوبل پرائز سے سرفراز کیا گیا۔ مگر میری کیوری کی اس خوشی کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ان پر غم کے بادل چھانے لگے۔ 19 اپریل 1906ء ان کے لئے ایک سیاہ دن تھا، جب ان کے ہمدرد و غمگسار و شوہر کی کار شوہر ہیری کیوری کا ایک ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد انہیں ان کے شوہر کی جگہ ساربن یونیورسٹی (Sorbonne University) میں طبیعیات کا پروفیسر

ہوئی فوٹو گرافک پلیٹس (Photographic Plates) کا لی پڑ گئی ہیں جس سے بعد میں انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یورانیئم دھات سے از خود کچھ ایسی شعاعیں نکلتی ہیں جس سے فوٹو گرافک پلیٹس متاثر ہوتی ہیں۔

میری کیوری نے ہیری بیکوریل کے اس نظریے کو پڑھا تو اسے اپنے Ph.D کا موضوع بنالیا۔ چنانچہ ان کا موضوع تھا: ”یورانیئم دھات سے روشنی کیوں نکلتی ہے؟“ اور انہوں نے اس پر کام کرنا شروع کیا، جس میں ان کے شوہر ہیری کیوری بھی شامل ہو گئے۔ مگر اس پر تجربات کرنے کے لئے ان کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کا سب سے بڑا مسئلہ ان کی آمدنی کا تھا۔ یورانیئم دھات کافی مہنگی ملتی تھی، جس کے لئے ان کی آمدنی نا کافی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ایک کچی دھات پیچ بلینڈ (Pitchblende) حاصل کرنی شروع کی جو یورانیئم سے کم مہنگی تھی۔ اور اس پر تجربات کرنا شروع کیا۔ مگر ان مشکلات کے باوجود یہ دور ان کی زندگی کا سب سے قیمتی دور تھا جیسا کہ خود ان کا خیال تھا۔ اور اس وقت جب وہ اپنی زندگی کے نہایت اعلیٰ مقام پر تھیں اور ان سے سوال کیا گیا کہ یہ شہرت اور عظمت کے دن ان کے لئے خوشی کے باعث ہیں تو انہوں نے جواب دیا:

”نہیں میری زندگی کے بہترین دن وہ تھے جب میں اپنے شوہر کے ساتھ ایک خستہ حال مکان میں سخت سردی کے عالم میں تجربات کیا کرتی تھی۔ وہ دن جب میرے پاس تن ڈھانکنے کے لئے مناسب لباس اور سانس کی ڈوری بحال رکھنے کے لئے ڈھنگ کی غذا بھی نہ ہوتی تھی اور میں بھوک و کمزوری کی وجہ سے اکثر بے ہوش ہو جایا کرتی تھی۔ وہ دن جہاں میں صرف کام ہی کام کرتی رہتی تھی۔“



اور مصنفہ بن گئیں۔

میری کیوری نے اپنی پوری زندگی سائنس کے لئے وقف رکھی اور اپنی ذات پر بہت کم توجہ دی۔ چنانچہ یہی ان کی موت کا سبب بھی بن گیا۔ انہوں نے کثرت سے تاب کاری تجربات کئے، جس کے اثر کی وجہ سے وہ لیوکیمیا (Lukemia) میں مبتلا ہو کر 4 جولائی 1934ء میں انتقال کر گئیں۔ مرنے سے پہلے بیماری کی حالت میں جب انہیں درود دور کرنے کا انجکشن لگانے کو کہا گیا تو انکے آخری الفاظ یہ تھے:

”مجھے اس کی ضرورت نہیں۔“



مقرر کر دیا گیا۔ وہ وہاں تعلیم دینے والی پہلی خاتون تھیں۔ 1911ء میں میری کیوری کو یڈیم اور پولونیم کی دریافت اور ان کی خالص تشکیل کے لئے دوسرا نوبل پرائز برائے کیمیا (Chemistry) دیا گیا۔ اس انعام کے ساتھ ہی میری کیوری دوسرے نوبل انعام پانے والی پہلی انسان تھیں، جبکہ عورتوں میں اب تک کوئی یہ کارنامہ نہیں انجام دے سکا۔

میری کیوری ایک اچھی اور کامیاب سائنس داں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نیک دل اور انسانوں سے ہمدردی رکھنے والی خاتون تھیں۔ چنانچہ اس کا ثبوت ہمیں اس وقت نظر آتا ہے جب انہوں نے اپنے دریافت کردہ عناصر کو پینٹ (Patent) کروانے سے انکار کر دیا اور اس کے بدلے میں کچھ لینے کے بجائے اپنی زندگی سائنس کے لئے وقف رکھی ان کا کہنا تھا: ”ایسا کرتا سائنس کے جذبے اور مقصد کے برعکس ہوگا۔ نیز میری دریافت کو ایک موذی مرض کے خلاف بلور کامیاب ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے، اس لئے مجھے ناجائز مفاد نہیں اٹھانا چاہئے“ اسی طرح میری کیوری کی عائلی زندگی بھی کافی کامیاب تھی۔ جس وقت وہ اپنی انتہائی اہم سائنسی تحقیقات میں مصروف تھیں، ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ جن کی پرورش و پرداخت وہ نہایت تدریج سے کرتی تھیں، جس کا اثر ہمیں ان بچوں کی بعد کی زندگی پر نظر آتا ہے۔ ان کی بڑی بیٹی آئرنی جو لیت کیوری (Irene Joliot Curie) بھی ایک معروف سائنس داں بنیں۔ آئرنی کی شادی ایک ہونہار سائنس داں فریڈرک جو لیت (Fredric Joiliot) سے ہوئی۔ دونوں نے اکٹھے تحقیقات کر کے مصنوعی تاب کاری (Artificial Radioactivity) کا عمل دریافت کیا۔ اس دریافت کے لئے جو لیت کیوری کو 1935ء میں مشترکہ نوبل پرائز برائے کیمیا ملا۔ میری کیوری کی دوسری بیٹی ایو (Eve) ایک ممتاز موسیقار

## اسلامی دور کی سائنسی تصنیفات

ابراہیم فزاری کی تصنیفات

”رسالہ اصطللاب“ ابراہیم فراہی کی سب سے اہم تصنیف ہے جس میں اصطللاب کی ساخت اور استعمال کی تفصیلات ہیں۔ اس کے علاوہ ”تقویم“ اور ”گوب“ پر بھی اس کے دور رسالے مشہور ہیں۔ یہ تینوں رسالے ابھی تک طبع نہیں ہوئے مگر مشہور جرمن مستشرق سوتر (Suter) نے اپنی معرکہ آلا تصنیف ”عربوں کی ریاضی اور ہیت“ میں ان کا حوالہ دیا ہے۔

یعقوب بن طارق کی تصنیفات

یعقوب بن طارق کے تین رسالوں کا سراغ ملتا ہے۔ ان میں سے پہلا رسالہ ”عُزُرُوں“ پر دوسرا رسالہ ”کرداج“ پر تیسرا رسالہ ”سدحانت کی جدولوں“ پر ہے۔ سوتر نے ”عربوں کی ریاضی اور ہیئت“ میں ان رسالوں کا ذکر کیا ہے۔

محمد بن ابراہیم فزاری کی تصنیف

محمد بن ابراہیم فزاری کی سب سے اہم تصنیف ”سند الحدیث“ ہے جو ہندو ہیت دان ابن ہرم گپت کی کتاب سدھانت کا سنسکرت سے عربی میں ترجمہ ہے۔ فرانسیسی فاضل Carra نے ”مفسرین اسلام“ کی دوسری جلد میں پانچ صفحات کا ایک مقالہ محمد بن ابراہیم

## جابر بن حیان کی تصنیفات

جامد بن حیان کی تصنیفات میں سے کہیا پر اس کے متعدد رسالے عربی میں شائع شدہ ملتے ہیں جنہیں عربی متن اور فرانسیسی ترجمے کے ساتھ ایک فرانسیسی عالم Octave Hondas نے طبع کروایا تھا۔

کیسا میں جابر کے کارناموں پر سب سے اہم تعریف ”جابر کی کیسا“ ہے جس کو مشہور جرمن عالم Darmstaedter نے جرمن زبان میں مرتب کر کے 1922ء میں برلن سے شائع کیا۔ اس کے 212 صفحات ہیں۔

جابر کی تعقیفات کے اہم اختراعات ایک ضخیم فرانسیسی تصنیف "ازمنہ وحلی کی کیا" کی تیسری جلد میں ملتے ہیں۔ یہ ایک فرانسیسی محقق برتھیلو (Berthelot) کے قلم سے نکلی ہے جس نے اس کو 1893ء میں پیرس سے شائع کیا تھا۔ برتھیلو نے "فرانسیسی انسائیکلو پیڈیا" میں اور ایک اور فرانسیسی مصنف Carra نے اپنی تصنیف "مفکرین اسلام" میں جابر بن حیان پر دو بلند پایہ مقالے لکھے ہیں جن سے اس عظیم کیمیا دان کی زندگی اور اس کے سائنسی کارناموں کے متعلق بڑی قابل قدر معلومات حاصل ہوتی ہیں۔



### فضل بن نوبخت کی تصنیف

فضل بن نوبخت نے بیت پر چند رسالے تصنیف کئے تھے مگر ان میں سے ایک بھی رسالہ دست بردار ماند سے محفوظ نہ رہ سکا، البتہ اس کے ایک رسالے کا لاطینی ترجمہ "کتاب فضل بن نوبخت" کے نام سے ملتا ہے۔ اسے مشہور لاطینی مترجم جرارد نے عربی سے لاطینی زبان میں منتقل کیا تھا۔

### جریس بن جبریل بن خیشوع کی تصنیفات

جریس بن جبریل بن خیشوع کی تمام تصنیفات طب سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان میں سے ایک تو اس کی طبی بیاض تھی اور باقی یونانی اور عبرانی کتابوں کے تراجم تھے جنہیں اس نے عربی زبان میں منتقل کیا تھا۔ اس کی تصنیفات نامید ہیں، مگر ایک فرانسیسی مصنف Leclere نے اپنی کتاب "طب عربی کی تاریخ" کی پہلی جلد میں، جو 1876ء میں شائع ہوئی، تین صفحات کا ایک مقالہ جریس اور اس کی تصنیفات پر قلم بند کیا ہے۔

### عبدالمالک بن قریب اصمعی کی تصنیفات

حیوانیات پر عبدالمالک بن قریب اصمعی کے قلم سے پانچ کتابیں نکلی تھیں (1) کتاب النیل (2) کتاب الابل (3) کتاب الوحوش (4) کتاب الشاة اور (5) کتاب خلق الانسان۔ ان میں سے تین کتابیں یورپی دانشوروں کی کاوش سے زور و طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ چنانچہ ایک مستشرق Hoffner نے "دیانا" میں کتاب النیل اور کتاب الشاة کو 1896ء میں اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس سے چند سال پہلے "کتاب الوحوش" کو ایک اور جرمن مستشرق Geyer نے دیانا ہی میں مدون کر کے 1887ء میں طبع کروایا تھا۔

### نوبخت کی تصنیف

نوبخت کی واحد تصنیف "کتاب الاحکام" ہے جو بیت اور نجوم کے متعلق ہے۔ یہ کتاب بہت کم یاب ہے کیونکہ اس کا متن نہ اصل عربی میں طبع ہوا ہے اور نہ اس کا ترجمہ کسی یورپی زبان میں ملتا ہے، مگر جرمن فاضل سوتر نے "عربوں کی ریاضی اور بیت" میں اس کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

### ماشاء اللہ کی تصنیفات

ماشاء اللہ کی سب سے اہم تصنیف "مقدامات" عربی میں تو ناپید ہے مگر اس کا لاطینی ترجمہ De-Elements کے نام سے یورپ کی لائبریریوں کی زینت ہے۔ یہ ترجمہ لاطینی کے مشہور مترجم جرارد کے قلم کار چین منت ہے۔ اسے جرمنی کے شہر نورم برگ سے پہلی بار 1504ء میں اور دوسری بار 1549ء میں شائع کیا گیا۔

ماشاء اللہ کی دوسری تصنیف اصطراب کی ساخت اور طریق استعمال پر ہے جو عربی متن اور لاطینی ترجمے کے ساتھ باسل سے 1583ء میں شائع ہوئی۔

بیت پر ماشاء اللہ کا ایک رسالہ آئرش زبان میں بھی ملتا ہے جس کے آغاز میں مترجم کا مقدمہ اور آخر میں اس کی مرتب کردہ فرہنگ ہے۔ اسے آئر لینڈ کی آئرش ٹیکسٹ بک سوسائٹی نے 1914ء میں شائع کیا تھا۔

ماشاء اللہ اور اس کی تصنیفات پر جرمن فاضل Steinschneider نے اپنی کتاب "عربی تصانیف" میں آٹھ صفحات کا ایک مقالہ قلم بند کیا ہے۔



Meyerhof نے 1926ء میں شائع کیا۔

اسی Meyerhof نے حسین بن اسحاق اور اس کی تصنیفات پر چالیس صفحے کا ایک تحقیقی مقالہ لکھا تھا جو مشہور مجلہ ISIS کی اشاعت 1926ء کے صفحات 685 تا 724 طبع ہوا۔

### جبریل بن یحییٰ کی تصنیفات

جبریل بن یحییٰ نے طب پر چند کتابیں تصنیف کی تھیں مگر وہ دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکیں، البتہ فرانسیسی محقق Leclerc نے اپنی کتاب ”طب عربی کی تاریخ“ کی پہلی جلد کے صفحات 99 تا 102 میں جو مقالہ جبریل پر لکھا ہے اس میں ان کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔

### یوحنا بن ماسویہ کی تصنیفات

یوحنا بن ماسویہ کی دو تصنیفات جو طب کے موضوع پر ہیں ”ذغل العین“ اور ”نوادیر الطیہ“ ہیں۔ ”ذغل العین“ آنکھ کی بیماریوں پر اسلامی دور کی پہلی تصنیف ہے۔ اس کے قلمی نسخے یورپ کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ ایک جرمن عالم Meyerhof نے 1916ء میں اس کتاب کا خلاصہ، جو قریباً پچاس صفحوں پر مشتمل تھا، جرمن رسالہ اسلام میں چھاپا تھا۔

”نوادیر الطیہ“ کا لاطینی ترجمہ ”مقالاتو یوحنا“ کے نام سے پہلی بار ٹلی کے شہر بولونگنا میں 1489 میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اس کے کئی لاطینی ایڈیشن وٹا فوٹا شائع ہوتے رہے۔

### علی بن سعید جوہری کی تصنیف

علی بن سعید جوہری کی مشہور تصنیف ”تفسیر اقلیدس“ ہے جس کا ذکر جرمن مستشرق سوتر نے اپنی کتاب ”عربوں کی ریاضی اور ہست“ میں کیا ہے۔

### حسین بن اسحاق کی تصنیفات

حسین بن اسحاق کی کتابوں میں پہلا درجہ ان تراجم کا آتا ہے جو اس نے یونانی حکما مثلاً بقراط اور جالینوس وغیرہ کی کتابوں کے عربی زبان میں کئے ہیں۔ ان میں سے فصول بقراط، مقدمہ المعرفة اور تشریح جالینوس خاص طور پر مشہور ہیں۔

ازمنہ وسطیٰ میں فصول بقراط کا لاطینی ترجمہ Apharissmiss کے نام سے اور مقدمہ المعرفة کا لاطینی ترجمہ Pragnostics کے نام سے ہو چکا تھا۔ فصول بقراط (مترجمہ حسین بن اسحاق) اور مقدمہ المعرفة (مترجمہ حسین بن اسحاق) کے قلمی نسخے برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ ان میں سے ”فصولی بقراط“ مطبع مقطف مصر میں چھپ چکی ہے۔ ”تشریح جالینوس“ کے متعلق جدید تحقیق یہ ہے کہ اسے حسین بن اسحاق کی نمکرائی میں اس کے شاگرد حبش نے ترجمہ کیا تھا۔ تشریح جالینوس کو Max Simon نے جرمن زبان میں منتحل کر کے 1906ء میں لہزنگ سے شائع کیا تھا۔ حسین بن اسحاق کا اہم رسالہ استنبول کی ایو سفیہ لائبریری میں موجود ہے جس میں اس نے جالینوس کی 129 تصانیف کے نام گنوائے ہیں اور ان میں سے جتنی کتابیں اس کے اپنے قلم سے یا اس سے پہلے دیگر مترجموں کے قلم سے عربی میں ترجمہ ہو چکی تھیں ان پر یہ حاصل تبصرہ کیا ہے۔

ترجموں کے علاوہ حسین بن اسحاق نے بعض سائنسی رسالے خود بھی تالیف کئے جن میں سے ایک مد و جزر پر، دوسرا شہاب ثاقب پر، تیسرا قوس قزح پر اور چوتھا آنکھ کی بیماریوں پر تھا۔ موزالذکر رسالے کا لاطینی ترجمہ ازمنہ وسطیٰ میں قسطنطین افریقی نے کیا تھا۔ موجودہ صدی میں اس رسالے کا ترجمہ Max



اقلیدس“ اور ”ایمپسٹی“ ہیں جو اقلیدس اور بطلیموس کی کتابوں کے اولین تراجم ہیں۔ حجاج کی ”مقدسات اقلیدس“ کو اصل عربی اور لاطینی ترجمے کے ساتھ Besthorn اور Heiburg نے جرمنی میں شائع کیا تھا۔ بعد میں یہی کتاب 1893ء میں کوپن ہیگن میں طبع ہوئی۔

یحییٰ بن منصور کی تصنیف اسے میں ریاضی اور ہیئت کے چھ رسالے ہیں جن کے نام ”زج المکتن“ ”ارتفاع سدس“ اور ”ارصادلہ“ ہیں۔ یہ رسالے شائع نہیں ہوئے مگر سوتر نے اپنی مندرجہ بالا کتاب میں ان پر تبصرہ کیا ہے۔

### سند بن علی کی تصنیفات

ابوسعید ضریر جرجانی کی تصنیفات دو ہیں۔ ایک جیومیٹری پر ہے جس میں جیومیٹری کے مختلف مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔ دوسری تصنیف ایک رسالہ ہے جس میں نصف النہار کی دریافت کے طریقے دئے گئے ہیں۔ ایک جرمن فاضل Schoy نے 1922ء میں ان تصنیفات پر سات جملوں کا ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر شائع کیا تھا۔

سند بن علی کی تصنیفات میں سے رسالہ ہیئت کی جدولوں پر اور دوسرا کثافت اضافی پر ہے۔ ان کے علاوہ اس کے تین رسالے کتاب المتوسطات، کتاب القواطع اور حساب الہندی ریاضی کے متعلق ہیں۔ یہ تمام رسالے اب ناپید ہیں لیکن سوتر نے اپنی تصنیف ”عربوں کی ریاضی اور ہیئت“ میں ان کا حوالہ دیا ہے۔

### خالد بن عبدالملک مروزی کی تصنیفات

خالد بن عبدالملک مروزی کی واحد تصنیف کا نام ”المسطح“ ہے جو اصطرلاب پر ہے۔ یہ کتاب طبع نہیں ہوئی، لیکن جرمن محقق سوتر نے اپنی مندرجہ بالا کتاب میں اس کی تعریف کی ہے۔

### علی بن یحییٰ اصطرلابی کی تصنیفات

علی بن یحییٰ اصطرلابی کی واحد تصنیف ”اصطرلاب کی ساخت اور طریق استعمال“ ہے جس کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب کو فرانسیسی زبان کے قالب میں ڈھال کر ایک فرانسیسی مستشرق Scheicho نے 1913ء میں بیروت سے شائع کیا۔

### جس الحاسب کی تصنیفات

جس کی تصنیفات ہیئت اور زمرگومیٹری کی جدولوں تک محدود ہیں جنہیں اس نے تین اس نے تین حصوں میں مرتب کیا تھا۔ ان میں سے پہلی دو جدولیں ہیئت سے متعلق ہیں اور تیسری جدول زمرگومیٹری میں ظل (Tangents) سے متعلق ہے۔ فرانسیسی محقق Caussin اور جرمن محقق Schoy نے ان جدولوں پر مقالات لکھے ہیں اور ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ ان میں سے Schoy کا مقالہ خاص طور پر بہت قابل قدر ہے۔

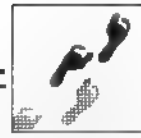
### عمر بن فرحان کی تصنیفات

ہیئت اور نجوم پر عمر بن فرحان کی دو تصنیفات ہیں۔ (1) کتاب الاصول بالنجوم اور (2) احکام لموالید۔ ان میں سے احکام

### حجاج بن یوسف بن مطر کی تصنیفات

حجاج بن یوسف بن مطر کی دو مشہور کتابیں ”مقدسات





موضوع پر چھپا ہے۔ علاوہ ازیں دو جرمن عالموں Wiedemann اور Hauser نے جرمن مجلہ "اسلام" کی 1918ء کی اشاعت کے صفحات 55 تا 93 اور 268 تا 291 میں بنوموسیٰ کی تصنیفات پر مفصل بحث کی ہے۔

الموالید کو ایک لاطینی عالم Hispalensis نے لاطینی میں ترجمہ کیا تھا اور یہ ترجمہ بنوموسیٰ میں 1503ء میں چھپا گیا تھا۔

(باقی آئندہ)

### عطادور الکاتب کی تصنیف

عطادور الکاتب کی واحد تصنیف جو قیمتی تحریروں پر ہے "کتاب الجواہر والحدود" ہے۔ اس کتاب کے قلمی نسخے یورپ کی لائبریریوں میں ملتے ہیں، لیکن اصل کتاب یا اس کے ترجمے کے طبع ہونے کی کبھی نوبت نہیں آئی۔ مشہور جرمن مستشرق Steinschneider نے اپنے ایک مقالے میں (جو 1871ء میں ایک جرمن رسالے میں شائع ہوا) اس کتاب کی بہت تعریف کی ہے اور اسے اپنے موضوع پر عربی زبان کی پہلی کتاب قرار دیا ہے۔

### بنوموسیٰ کی تصنیفات

بنوموسیٰ، یعنی محمد بن موسیٰ احمد بن موسیٰ اور حسن بن موسیٰ اور کی سائنسی تصنیفات کا دائرہ ریاضی اور طبیعیات پر محیط ہے۔ ان میں سے ایک رسالہ میزان پر، ایک رسالہ "مگردی ہند سے پر" ایک رسالہ زاویے کی تثلیث پر اور ایک رسالہ وسطی تناسب کی دریافت پر ہے۔ ان رسالوں کے لاطینی ترجمے یورپ میں ملتے ہیں۔ 1885ء میں ایک جرمن مقالہ نگار نے ان رسالوں پر ایک مبسوط مقالہ لکھا تھا جو 1885ء جرمن مجلے Nova Acta کی جلد 49 میں شائع ہوا۔ جرمن فاضل Steinschneider نے مشہور تحقیقی مجلے Mathematica کی 1887ء کی اشاعت کے صفحات 44 تا 48 اور 71 تا 75 پر بنوموسیٰ کی تصنیفات اور اس کے سائنسی کارناموں پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اسی مجلے کی 1898ء کی اشاعت کے آغاز میں فرانسیسی مصنف Carr کا ایک مضمون بھی اسی

## Cant find the MUSLIM side of the story in your newspaper?

32 tabloid pages chock-full of  
news, views & analysis on the  
Muslim scene in India & abroad.  
Delivered to your doorstep,  
Twice a month

Annual Subscription (24 issues) India: Rs 240

DD/Cheque should be payable to "The Milli Gazette"  
Please add bank charges of Rs 25 if your bank is in  
India but outside Delhi  
(Email us for subscription rates outside India)

**THE MILLI GAZETTE**  
Indian Muslims' Leading English NEWSpaper

Head Office: D-84 Abul Fazl Enclave, Part-I, Jamia  
Nagar, New Delhi 110025 Tel: (+91-11) 26947483,  
26942883; Email sales@milligazette.com  
Website: www.m-g.in



## لائٹ ہاؤس

# نام کیوں کیسے؟

## ڈیجیٹلس Digitalis

بچوں کے لئے دو جمع چار کی طرح کے سادہ حسابی سوالات حل کرنے کے لئے انگلیوں کا استعمال خاصا آسان اور مفید ثابت ہوا ہے۔ اسی وجہ سے عام سائنسی اور غیر سائنسی اصطلاحات میں بھی کہیں نہ کہیں انگلیوں کا لفظ آجاتا ہے۔ ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے لئے لاطینی زبان میں "Digitus" کا لفظ آتا ہے۔ اسی سے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے لئے اب بھی Digits کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ Digit کا لفظ صحیح اعداد (ایک، دو، تین اور اسی طرح آگے تک) کے حوالے سے بھی آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انگلیوں اور اعداد کا ایک دوسرے سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ دونوں کے لئے ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔

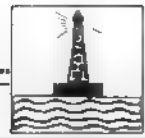
اس کے علاوہ Digit کا لفظ طب میں بھی آگیا ہے۔ مثلاً ہلکے ارغوانی یا سفید رنگ کے پھولوں والا ایک پور پی پودا ہے جسے انگریزی میں Foxglove کہتے ہیں اور جرمنی میں اس کا مترادف Fingerhut ہے جس کے معنی "انگشتانہ" (Thimble) ہے۔ چونکہ اس پودے کے پھول کا نچلا حصہ انگلیوں کی طرح کی ٹیوبوں پر مشتمل ہوتا ہے، اس لئے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔

آخر 1541ء میں جرمنی کے ایک ماہر نباتات

لیونارڈ فوگس (Leonard Fuchs) نے اس پودے کا نام لاطینی زبان میں رکھنے کا فیصلہ کیا (سائنس میں آج بھی پودوں اور جانوروں کے وہی نام تسلیم کئے جاتے ہیں جو لاطینی الفاظ سے ماخوذ ہوں) چنانچہ اس نے Fingerhut کا لفظ اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے پودوں کے اس گروہ کو، جس سے Foxglove (کف الشعلب) تعلق رکھتا ہے، Digitalis کا نام دیا۔ لاطینی میں اس کے معنی "انگلی کا" یا "انگلی سے متعلق" ہے۔ اور حقیقت میں انگشتانہ بھی انگلی سے ہی تعلق رکھنے والی ایک چیز ہے۔

طب کے جدید دور سے پہلے لوگ بیماری کے علاج کے طور پر بہت سے مختلف پودوں کو پکا کر استعمال کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے وہ اپنے آباء سے نسل در نسل منتقل ہونے والے خفیہ نسخے اور ترکیبیں استعمال کرتے تھے۔ Foxglove بھی ایسے پودوں میں سے ایک تھا جنہیں وہ ایسے کام کے لئے استعمال کرتے تھے۔ پھر جب طب نے ترقی کی تو جدید دور کے ڈاکٹر اس قسم کے توہانہ لغویات پر ہنسا کرتے تھے۔

اس کے بعد 1785ء میں ایک انگریز ماہر طبیعیات و لیم وٹھرنگ (William Withering) نے Foxglove کے طبی استعمالات کے بارے میں ایک آرٹیکل لکھا۔ اس نے یہ تسلیم کرنے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کی کہ اس پودے میں اس کی دلچسپی میں اضافہ ایک دیہاتی عورت سے حاصل



## لائٹ ہاؤس

ہونے والی معلومات کی وجہ سے ہوا اور یہ معلومات اس عورت کا ایک خاندانی راز تھا۔

اب حقیقت یہ ہے کہ Floxglove (کف الشعلب) سے حاصل ہونے والے کیمیائی مادے پچھلے دو سو سے بھی زیادہ سالوں سے، دل کی ڈگمگاتی حرکت کو درست کرنے، دل کی حرکت کو کم کرنے اور اسے زیادہ یکساں اور واضح کرنے کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔

## ڈائمنشن Dimension

جیومیٹری کا آغاز زمینی قطعات کو ماپنے (جیومیٹری کا لفظ یونانی زبان کے "Ge" بمعنی "زمین" اور "Metron" بمعنی "ماپنا" کے ملنے سے بنا ہے) اور مختلف برتنوں کے حجم معلوم کرنے کے ایک عملی فن سے ہوا۔ اور اس زمانے میں زمین کا رقبہ یا اشیاء کے حجم نکالنے کے لئے درکار پیمائشوں کی تعداد کا علم ہوتا خاصا اہمیت کا حامل تھا۔ چنانچہ یہ تصور Dimension (بعد) کے لفظ میں ظاہر ہوتا ہے جو لاطینی کے "Dimensio" سے ماخوذ ہے اور یہ لفظ بذات خود "Di- (الگ) اور "Metiori" (ماپنا) کا مجموعہ ہے۔

مثال کے طور پر ایک مستطیل کو ایک طرح سے دو پیمائشوں میں الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔ ایک پیمائش اس کی لمبائی ہے اور دوسری اس کی چوڑائی۔ ان دو پیمائشوں کو جب آپس میں ضرب دی جائے تو اس مستطیل کا رقبہ نکل آئے گا۔ اس طرح سے مستطیل ایک دو ابعادی (Two Dimensional) شکل ہے۔

بنیادی طور پر دو ابعادی شکل ایک ایسی سطح مستوی (Plane) ہوتی ہے جسے ایک مسلسل تختے کی شکل میں تصور کیا جا سکتا ہے جس کی موٹائی بالکل نہ ہو اور یہ تمام اطراف میں پھیلا ہوا

ہو۔ اس کے علاوہ مکمل طور پر ہوا اور متوازن بھی ہو (Plane کا لفظ اصل میں لاطینی زبان کے "Planus" بمعنی "ہموار" یا "متوازی" سے آیا ہے)۔ چنانچہ کوئی بھی شکل جو کاغذ پر بنائی جائے، دو ابعادی (Two Dimensional) کہلاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی خالص ریاضیاتی مستوی حقیقی دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ کیونکہ کسی بھی اصلی چیز کی موٹائی صفر نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں وہی چیز پائی جاتی ہے جس کی لمبائی اور چوڑائی کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ موٹائی بھی ہو۔ چنانچہ جب کسی مکعب کا حجم معلوم کرنا ہو تو اس کی تینوں ابعاد یعنی لمبائی، چوڑائی اور موٹائی کی پیمائش کرنا پڑتی ہے۔ اس لحاظ سے مکعب ایک سہ ابعادی (Three Dimensional) شکل ہوتی ہے۔

اصلیت کی یہ اہمیت اس حقیقت سے واضح ہوتی ہے کہ ہر سہ ابعادی چیز کو Solid (ٹھوس) کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح لاطینی کے "Solidus" (گاڑھا۔ منجمد) سے آئی ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ ٹھوس (Solid) چیز منجمد ہی ہوتی ہے۔ اس کا کچھ وزن بھی ہوتا ہے اور اس میں مادے کی کچھ مقدار بھی ہوتی ہے۔ یعنی یہ محض تصوراتی خیال نہیں ہوتا۔

اگر ہم چوتھی بُعد (Dimension) کو بھی شامل کر لیں تو ایک مرتبہ پھر معمول کی حقیقت سے دور ہو جاتے ہیں۔ ریاضی دان ایسی شکلیں فرض کر سکتے ہیں جن کے ابعاد کی تعداد تین سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ اور ایسے تصور کو وہ مفید بھی خیال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آئن سٹائن کے نظریات میں وقت کو ایک چوتھا بُعد خیال کیا جاتا ہے اگرچہ اسے اپنے حواس سے اس طرح محسوس نہیں کر سکتے جس طرح خلا کے تین عمومی ابعاد محسوس ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب ایسی کائنات کے بارے میں، جس میں یہ چوتھا بُعد بھی ہو، بات کرنا ہو، تو سائنسدان Space-Time (مکان۔ زمان) کی علامت استعمال کرتے ہیں۔



## سانپ اور غیر حقیقی محاورے و کہانیاں

چاٹ کر ہی رہتا ہے یا ساری زندگی مٹی پر گزار دیتا ہے۔ آپ اچھی طرح جان لیں کہ سانپ کے جسم کی خصوصیت ہے کہ وہ غذا کی چھٹائی کو کافی دنوں تک محفوظ رکھ سکتا ہے جس کی وجہ سے اسے کئی دنوں تک بھوک ہی نہیں لگتی اور وہ کھائے بغیر بھی زندہ رہتا ہے۔

### (2) سانپ کے پیٹ میں پاؤں ہوتے ہیں:

اس کے معنی بد ذات کی بدی ظاہر نہیں ہوتی ہے، کے لئے جاتے ہیں۔ آپ یاد رکھئے کہ سانپ کے پیڑ ہوتے ہی نہیں بلکہ اس کے جسم میں چھلکے (Scales) ہوتے ہیں۔ انہی چھلکوں کو سکیڑنے اور پھیلانے کی وجہ کہ سانپ چلتا ہے۔ یہ چھلکے کھردری جگہ آسانی سے چمٹ جاتے ہیں جب کہ چکنی سطح پر اس کا جھنڈا دھار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سانپ کھردری سطح پر آسانی سے چلتا ہے مگر چکنی سطح پر اس کا چلنا دشوار ہوتا ہے۔

### (3) سانپ اور چورو بے پر چوٹ کرتا ہے:

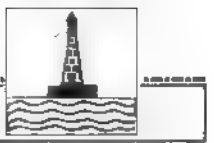
آپ اچھی طرح جان لیجئے کہ سانپ بڑا ہی ڈرپوک اور بے حد شرمیلا جانور ہے۔ سانپ کو نہ جلدی غصہ آتا ہے اور نہ ہی یہ انتقام پرور ہوتا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ سانپ سوئے ہوئے انسان کے اوپر سے گزر گیا مگر وہ انسان کو ڈسانے نہیں۔ سانپ کیا کوئی بھی جانور انسان پر اسی وقت چوٹ کرتا ہے جب اسے انسان سے ڈر ہو جائے یا انسان اسے چھیڑے یا غصہ دلانے یا وہ کئی دنوں سے بھوکا ہو۔ اب

سانپ قدرت کا ایسا شاہکار جانور ہے جس کی خوبصورتی اور حسن بے مثال ہے۔ یقیناً اس کے خوبصورت جسم، اس کا ہرانا، جھومنا اور بل کھانا ہر کسی کا من موہ لیتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سانپ کئی طریقوں سے انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے مگر یہ انسان ہے کہ صدیوں سے اس پر ظلم کرتا چلا آ رہا ہے۔ جہاں سانپ کو دیکھا فوراً ہاتھوں میں ڈنڈے، پتھر اور برقی لے کر دوڑ پڑا اور اسے ختم کر کے اپنی بہادری اور شجاعت کا گن گانے لگا چاہے مرنے والا سانپ بے ضرر ہی کیوں نہ ہو۔ حیرت ہے ان دانشوروں کی دانشوری پر جنہوں نے اپنے قلم سے بھی سانپ کو مجروح کر دیا اور ایسے ایسے محاورے اور کہانیاں عالم وجود میں لے آئے جن کا واسطہ دور سے بھی حقیقت کا نہیں۔ یقین جانئے ایسے غیر حقیقی محاورے آج کے سائنس اور ٹکنالوجی کے زمانے میں بچوں پر مبنی اثرات ڈالتے ہیں۔ بات محاوروں تک ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ چند ایسی کہانیاں بھی نہ جانے کیسے مشہور ہو گئیں جو جج پر قطعی ممکن نہیں۔ ایسی کہانیاں بھی بچوں کو غلط سمت میں لے جاتی ہیں۔ آئیے ایسے چند محاوروں اور کہانیوں پر سرسری نظر ڈالی جائے۔

### محاورے

#### (1) سانپ نہیں جوٹی چاٹ کر دیتا ہے:

اس کے معنی ہر شخص اپنی ہی خوراک کھا سکتا ہے اس میں صرف ممکن نہیں ہے، کے لئے جاتے ہیں۔ جناب کوئی بھی سانپ ایسا نہیں جوٹی



## لائٹ ہاؤس

آپ بتائیے کہ سانپ دبے پر چوٹ کیوں کرے گا؟ اور یہ محاورہ اگر اس طرح ہے کہ ”سانپ اور چوہ دبے پر چوٹ کرتا ہے تو پھر یہ محاورہ درست ہے۔

### (4) سانپ چھاتی پر بھرتا:

اس کے معنی بڑا صدمہ گزرنے کے ہوتے ہیں۔ جناب سانپ چھاتی نہ پھرے گا اور نہ ہی لوٹے گا۔ چاہے وہ چھاتی سے گزر جائے گا یا چھاتی پر چڑھ کر ڈس لے گا۔

### (5) سانپ سوگھ جانا:

لغت اس کے معنی سانپ کا ڈس جانا ہی بتاتی ہے۔ بہتر یہ ہوتا کہ سانپ سوگھ جائے کے بجائے سانپ کا ڈس جانا یا سانپ کا کٹنا ہی استعمال کیا جائے۔

### (6) سانپ کلاتا:

اس کے معنی سانپ کو جادو یا منتر کے زور سے تسخیر کرنا یا کسی کے سر پر منتر کے زور سے سانپ کی روح کو ٹپکانا ہوتے ہیں۔ جناب یہ بات اپنے علم میں اچھی طرح ڈال لیجئے کہ کسی طرح کے جادو، ٹوٹے یا منتر کا اثر سانپ پر پڑنے والا نہیں اور نہ ہی اس کے کاٹنے کا علاج کسی طرح کے جادو، منتر یا جھڑپھونک سے کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کے سر پر سانپ کی روح کو بلایا جاسکتا ہے۔

### (7) سانپ کے منہ میں چھوندرو لگے تو اندھا لگے تو کوڑھی:

جناب واقع کوئی چھوندرو کسی سانپ میں آجائے تو اگر سانپ اسے لگے گا تو چھوندرو اس کے منہ میں غذا بن جائے گا اور سانپ اسے لگے گا تو سانپ کی غذا نہیں بنے گا بلکہ یہ زخمی ہو جائے گا یا ڈر یا خوف کی وجہ سے مر جائے گا۔ عقل سلیمہ دوڑائیے کہ سانپ ہرن جیسا جانور

کو نگل کر اندھا نہیں ہوتا تو چھوندرو کو نگل کر اندھا کیسے ہو جائے گا۔ اور اگر یہ محاورہ چھوندرو کے اندھے یا کوڑھی کی طرف اشارہ کرتا ہے تو یہ بھی فضول ہے۔ سانپ کے نگلنے سے چھوندرو مر جائے گا اور سانپ کے اگلنے پر اگر چھوندرو کی حیات رہی تو وہ زندہ رہے گا۔ اب آئیے ایک دو کہانیاں بھی سنئے جسے آپ بکواس کے سوا کچھ نہیں سمجھ سکتے۔

## کہانیاں

(1) سانپ کا دل چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہے اور جس کے ہاتھ لگتا ہے اسے بادشاہ بنا دیتا ہے بلکہ تمام آفات اور خطر و نقصان وغیرہ سے بچا دیتا ہے۔ نہ اسے آگ جلا سکتی ہے نہ پانی ڈبو سکتا ہے۔ جب سانپ بہت خوش ہوتا ہے تو رات کے وقت اسے منہ سے نکال کر جنگل میں رکھتا ہے اور دور اس کی روشنی میں سیر کرتا پھرتا ہے۔ متذکرہ باتیں سراسر فضول ہیں۔ سانپ کیا کسی جاندار کے بس کی بات نہیں کہ وہ اپنا دل باہر کر دے پھر اندر کر لے۔

(2) سانپ کے منہ لعل یا مٹی نامی قیمتی ہیرا ہوتا ہے۔ اس کے پارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ جب سانپ بے حد خوش ہوتا ہے تو اسے باہر کرتا ہے جس سے ارد گرد روشن ہو جاتا ہے۔ یہ بھی سراسر غلط ہے۔ سوچئے سانپ میں ہیرا ہوتا تو سانپ پکڑنے والے قبیلے کے لوگ راجا مہاراجا ہو جاتے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے غیر حقیقی قصے کہانیاں اور فضول محاورے بچوں کو نہ سنایا جائے نہ بتایا جائے بلکہ سچائی پر مبنی علوم خواہ وہ قصے کی شکل میں ہو یا کسی شکل میں وہی سنایا جائے۔ بلکہ بہتر تو یہ ہوگا کہ ہمارے ادیب اور دانشور سائنسی محاورے ایجاد کریں تاکہ بچے فی زمانہ چل سکیں۔



مکڑی جال کے تاروں کو چیپ دار کیسے بناتی ہے؟

جب جال بنایا جا رہا ہوتا ہے تو اس کے تار چیپ دار نہیں ہوتے۔ جالا مکمل ہو جانے کے بعد مکڑی سارے جالے پر چل پھر کر اس کے گرد بیچ در بیچ ایک اور دھاگہ بن دیتی ہے۔ اس دھاگے میں جگہ جگہ گوند لگی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے جالا چیپ دار ہو جاتا ہے۔

کیا مکڑی کا جالا فولاد سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے؟

جی ہاں! ایک عام مکڑی کے جالے کا تار چنے کے 3 دانوں کا وزن برداشت کرتا ہے جبکہ اسی طرح کے فولاد کا تار بمشکل 2 دانوں کا وزن برداشت کر سکتا ہے۔

ایک نچ فٹری فولاد کی سلاخ 50 ٹن وزن برداشت کرتی ہے لیکن اگر مکڑی کا اتنا ہی موٹا جالا تیار ہو سکے تو وہ 74 ٹن وزن برداشت کر سکے گا۔ لہذا مکڑی کا جالا فولاد سے ڈیڑھ گنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

مکڑی جالا کس طرح بنتی ہے؟

سب سے پہلے مکڑی ایک شکل بناتی ہے جو تقریباً چوکور ہوتی ہے۔ اس کے کنارے کسی مضبوط چیز سے پوسٹ ہوتے ہیں۔ پھر وہ چوکور کے درمیان ایک سیدھا تار بنتی ہے۔ اس کے بعد وہ مرکز سے ہر سمت میں تاریں تقریباً اسی طرح بنتی ہے جیسے تانگے کے پیسے کا ارہ ہوتا ہے۔ سب سے آخر میں وہ چیپ دار دھاگے کو چکر دار زینے کی شکل میں جالے کے اندر بن دیتی ہے۔

اگر مکڑی کو اپنے ساتھی مکڑے سے نجات حاصل کرنی ہو تو وہ کیا کرتی ہے؟

مکڑی جس ریشم سے جالا بنتی ہے، وہ کہاں سے آتی ہے؟ اس کے جسم کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ یہ ریشم جسم کے اندر چھوٹی چھوٹی نلکیوں میں سے نکلتی ہے۔ جن کو تار کش (Spinnerets) کہتے ہیں۔ ان نلکیوں سے نکلنے والی ریشم مائع ہوتی ہے۔ لیکن جب یہ باہر ہوا میں آتی ہے تو مضبوط دھاگے میں بدل جاتی ہے۔

مکڑی کتنے انڈے دیتی ہے؟

ایک وقت میں کئی سو! یہ رنگ میں نارنگی اور سنہرے سے ہوتے ہیں۔ مکڑی کسی پتھر یا جھاڑی میں انڈے دیتی ہے۔

کیا مکڑی انڈے دینے کے لئے گھر بھی بناتی ہے؟

ایک طرح سے! یہ انڈے رکھنے کے لئے ایک ریشمی مشطری بناتی ہے اور جب اس میں انڈے رکھ لیتی ہے تو انہیں ڈھکنے کے لئے اسی طرح کی ایک اور مشطری انڈوں کے اوپر بھی بنتی ہے۔

جب ان انڈوں سے بچے نکلتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟

یہ سب بچے کئی سو کی تعداد میں ایک گیند کی صورت میں اکٹھے ہو جاتے ہیں لیکن اگر ان کو چھیڑا جائے تو یہ مختلف سمتوں میں بھاگ جاتے ہیں۔

مکڑی کے جال کے تار چیچے کیوں ہوتے ہیں؟

یہ چیپ دار اس لئے بنائے جاتے ہیں تاکہ کھیاں اور دوسرے کیڑے اس میں پھنس جائیں اور ان کو شکار کیا جاسکے۔



## انسائیکلو پیڈیا

”کاؤ تاؤ“ سے کیا مراد ہے؟

یہ چین میں ادب سے سلام کرنے کا طریقہ ہے جس میں بہت جھک کر  
مناجات ہے۔

لیبارٹری کیا ہوتی ہے؟

کوئی بھی ایسی جگہ جہاں تجربے کئے جاتے ہیں۔

بھول بھلیاں کیا ہوتی ہیں؟

یہ بہت سے راستے ہوتے ہیں جن میں کھوجانا بہت آسان ہوتا ہے۔  
قدیم یونان میں لوگ اکثر عریضوں میں بھول بھلیاں بناتے تھے۔

کچھار کیا ہوتی ہے؟

ہنگلی جانور 'خاص طور پر شیر کے رہنے کی جگہ کو کچھار کہتے ہیں۔

لاما کون ہوتا ہے؟

تبت میں بسنے والے بدھ لوگ مذہبی آدمی کو "لاما" کہتے ہیں جس  
طرح عیسائیوں میں پادری اور مسلمانوں میں مولوی ہوتے ہیں۔

بھالا کیا ہوتا ہے؟

یہ نیزے کی طرح کا ہتھیار ہوتا ہے۔

ڈھلاؤ کیا ہوتا ہے؟

زمین میں شیب کو ڈھلاؤ کہتے ہیں۔

کون سی زبان دنیا کی مشکل ترین تصور ہوتی ہے؟

چینی زبان ! اس زبان میں 214 مختلف حروف ہیں۔

جوہری کون ہوتا ہے؟

قیمتی پتھر جو اجواہرات کو تراشنے والا شخص جوہری کہلاتا ہے۔

جب مکڑی ساتھی مکڑے سے ٹک آ جاتی ہے تو وہ اس کو کھا جاتی ہے۔

مکڑی مکڑے سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔

”کی مونو“ کس قسم کا لباس ہے؟

یہ لباس زیادہ تر جاپان کی عورتیں پہنتی ہیں۔ یہ ایک قسم کا جھون ہوتا  
ہے جس کی آستینیں لباس کے اندر ہی بنی ہوتی ہیں۔

کنڈرگارٹن کا کیا مطلب ہے؟

یہ جرمن زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب "بچوں کا باغ" ہے۔

کیا تعلیم کا یہ نظام جرمنی سے آیا؟

جی ہاں! اس نظام تعلیم میں بہت چھوٹے بچوں کو کھیل کود کے ذریعے  
تربیت دی جاتی ہے اور یہ کھل ہوا یا باغ میں کرنا زیادہ مناسب سمجھا  
جاتا ہے۔

پتنگ بازی کس ملک کا قومی مشغلہ ہے؟

چین

”جنون سرقہ“ سے کیا مراد ہے؟

یہ ایک ذہنی خطہ ہے جس میں جتلا لوگ معمولی اور عام استعمال کی اشیاء  
چوری کر لیتے ہیں۔ انہیں اپنے اس فعل پر اختیار نہیں ہوتا۔

کوہ نور کیا ہے؟

یہ ایک بہت قیمتی ہیرا تھا جو مغلوں کے پاس تھا اور جس کو بعد میں انگریز  
چرا کر لے گئے تھے۔ یہ ہیرا برطانیہ کے شاہی خزانے کا حصہ بنایا گیا

ہے۔



معلومات کا ایک عظیم ذخیرہ ہے جس میں اہم معلومات کو قلمی اشکال سے بھی مرصع کیا گیا ہے تاکہ عام آدمی ان نکات کو آسانی سے سمجھ سکے۔

میں محترم مصنف کی توجہ چند باتوں کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا تاکہ اس کتاب کی آئندہ اشاعتوں میں ان نکات کو ملحوظ خاطر رکھا جاسکے۔ میری ناچیز رائے ہے کہ اس کتاب کا عنوان ”قرآنی حشرات“ ہوتا تو بہتر تھا۔ حشرات اور کیر ان الفاظ کو اس کتاب میں علیحدہ علیحدہ مختلف طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ سب جگہ یکسانیت سے کیر یا حشرات کیا جاتا۔ ایک جگہ چمچہ کو (صفحہ 12 سطر نمبر 21) جانور کہا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ مکڑی کے جانے کو ریشم کہنا بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ مکڑی کا جالا درجہ اور عام فہم لفظ ہے مزید یہ کہ ریشم پیدا کرنے والا دوسرا بہت اہم کیر اسٹیک درم ہے جس کی اقتصادی بہت اہمیت ہے اور اس پر بہت سائنسی معلومات دستیاب ہے اور مزید تحقیق جاری ہے۔

اس کتاب کے پبلشر سے بھی گزارش ہے کہ مصنف کی دیگر تصانیف بھی بہت اہم ہیں اس لئے فہرست تصانیف بمعہ مصنف کے پتہ کے شائع کرنا بہتر ہوگا۔ اس گرائی کے دور میں کتاب کی قیمت مناسب ہے تاہم اس اہم کتاب کے لئے اگر قدرے بہتر کاغذ کے استعمال کی تجویز نکال لی جاتی تو بہتر ہوتا۔

ڈاکٹر محمد فضل الرحمن نیازی

ایل-16 قبلہ ہاؤس جامہ گرائی دہلی-65

موبائل نمبر 9810876478

نام کتاب : حشرات قرآنی  
مصنف : ڈاکٹر محمد فضل الرحمن فاروقی  
صفحات : 96  
قیمت : 40 روپے  
ناشر : مرکزی مکتبہ اسلامی، نئی دہلی  
مبصر : ڈاکٹر محمد فضل الرحمن نیازی



ڈاکٹر محمد فضل الرحمن فاروقی کی تصنیف 'حشرات قرآنی' نہایت ہی جامع اور اہم کتاب ہے۔ فاروقی صاحب چونکہ حیوانیات کے مشہور سائنسدان ہیں لہذا انہوں نے بڑی ہی خوبی سے قرآن کریم میں مذکورہ کیڑوں کی جدید سائنسی معلومات کو مفصل اور عام فہم انداز سے تو پیش کیا ہی ہے لیکن فرمان خداوندی کا بھی عمیق مطالعہ کر کے سلیس زبان میں دونوں کی مطابقت کو پیش کیا ہے۔ اس تصنیف سے عام آدمی کو مذکورہ کیڑوں کے بارے میں جو سائنسی معلومات فراہم ہو سکیں اس سے قاری کو اللہ تعالیٰ کی ضامیوں کو سمجھنے اور ان کے خالق پر تر ہونے کے عقیدہ کو استحکام کی منزل تک پہنچانے میں بہت مدد ملے گی۔ ہم جب اللہ کی کسی حسین مخلوق کو دیکھتے ہیں خواہ وہ انسان ہو یا پھول پتی یا کوئی کیر اس وقت بے ساختہ اس کے حسن کے لئے تعریفی کلمات زبان پر آ جاتے ہیں۔ کسی عالم اور بزرگ برحق کا قول ہے کہ ”تعریف پیدا کرنے والے کی ہوتی ہے نہ کہ پیدا ہونے والے کی“۔ اسی کو کیا خوب کہا ہے۔

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور حیرا  
ازاہ تا بہ مانی سب ہے ظہور حیرا

ڈاکٹر فاروقی کی یہ کتاب صرف کتاب ہی نہیں ہے بلکہ سائنسی





## ذیابیطس کے ساتھ ساتھ

### تبرہ کتاب

کتاب کا نام: ذیابیطس کے ساتھ ساتھ

مصنف: ڈاکٹر عابد معمر

ناشر: گھوٹ پبلشرز حیدرآباد

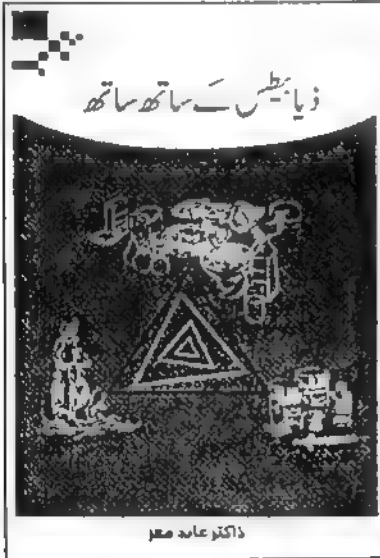
سن اشاعت: مئی 2009ء

صفحات: 320

قیمت: 150 روپے

تبرہ نگار: محمد یوسف مڑکی

یہ جواب دے رہا ہوتا ہے کہ تم کو میرے ساتھ ایک بادشاہ کا ماسلوک کرنا ہوگا۔ اس جواب سے گھبرا کر مرض ذیابیطس اس سے چند قدم پیچھے ہٹ کر ادب سے ہاتھ باندھے کھڑا رہتا ہے اور اس پر حملہ کر کے منفی اثرات مرتب کرنے کی جرات نہیں کرتا۔ لیکن یہ مرض کیا ہے؟ اور جب یہ ہو جاتا ہے تو کوئی غذا نہیں، دوائیں اور احتیاطیں اس کے لئے لازمی ہو جاتی ہیں یہ جاننے کے لئے حال ہی میں شائع ہوئی ڈاکٹر عابد معمر کی کتاب



ذیابیطس کے ساتھ ساتھ

ڈاکٹر عابد معمر

طاقتور بادشاہ کے سامنے جب مفتوح بادشاہ کو زنجیروں میں جکڑ کر پیش کیا گیا تو فاتح بادشاہ نے رعب دار آواز میں پوچھا کہ بتاؤ اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے! مفتوح مغلوب بادشاہ نے خودداری سے جواب دیا کہ تم میرے ساتھ وہی سلوک کرو جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے۔ ایک مفتوح سے اس غیر متوقع جواب سن کر فاتح ششدر رہ گیا اور اس نے اس کی خودداری اور اصول پسندی کی داد دیتے ہوئے حکم دیا کہ اسے آزاد کیا جائے اور ایک بادشاہ کی سی زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے۔

کچھ ایسا ہی معاملہ اس شخص کا ہوتا ہے جس پر ذیابیطس کا مرض حملہ آور ہو کر اسے مغلوب کر دیتا ہے۔ یہاں ذیابیطس فاتح کی حیثیت رکھتا ہے کہ وہ مریض کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھا کر اس پر ایک دن قابض ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ مرض اپنے مریض سے ہر روز یہ سوال کرتا ہے کہ بتاؤ اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اگر مریض اپنے طرز زندگی میں مناسب تبدیلیاں لاکر صحیح دواؤں کا استعمال کر کے اپنی غذاؤں پر ضبط رکھ کر ایک اصول پسند زندگی گزارتا ہے تو گویا وہ زبان حال سے ذیابیطس کو

”ذیابیطس کے ساتھ ساتھ“ بے حد مفید ثابت ہوگی۔

جب کسی کو یہ مرض ہو جاتا ہے تو اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مریض عموماً اپنے قریبی ڈاکٹر سے رجوع ہوتا ہے اور جب کسی پیچیدگی سے سابقہ پڑتا ہے تو پھر پٹیشن ہو جاتا ہے اور ذیابیطس کے ماہر ڈاکٹر



## میزان

مرض ہے لیکن آگے چل کر بہت سے امراض کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا وصف یہ ہے کہ ایک بار کسی کو ہو جائے تو زندگی بھر ساتھ رہتا ہے۔ اس کا مکمل علاج جی زمانہ موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت نے جن امراض کو لا علاج قرار دیا ہے اس فہرست میں ذیابیطس بھی شامل ہے۔ ایویجی میں اس کا مکمل علاج موجود نہیں ہے۔

ساری دین میں 1985ء میں ذیابیطس سے کوئی 3 کروڑ لوگ متاثر تھے پانچ سال میں یہ تعداد 15 کروڑ ہو گئی اور اس مرض کے بڑھنے کے انداز کے لحاظ سے تخمینہ لگایا گیا ہے کہ 2025ء تک تقریباً 33 کروڑ لوگ ذیابیطس کے مریض ہوں گے۔ ان اعداد سے اس مرض سے نوع انسانی کے متاثر ہونے کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا امور کو مد نظر رکھ کر لکھی گئی یہ کتاب یہ واضح کرتی ہے کہ اس مرض کے لاحق ہونے کے بعد بھی اس کو ساتھ رکھ کر کس طرح ایک صحت مند زندگی گزاری جاسکتی ہے۔

اُردو میں غالباً اپنی نوعیت کی یہ پہلی کتاب ہے کہ اس عنوان پر اس قدر جامع انداز میں اب تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔

کتاب کے مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اول میں ذیابیطس شکر کی شرح، شکایات، وجوہات، اقسام اور تشخیص کے تحت 12 مضامین، حصہ دوم میں ذیابیطس پر قابو پانے کے غیر دوائی طریقے کے تحت جملہ 17 مضامین اور حصہ سوم میں دوائیں اور انسولین سے ذیابیطس کا علاج کے عنوان کے تحت 9 مضامین شامل ہیں۔

اس کتاب کو پڑھنے والوں میں کو تعلیمی لیاقت کے لوگ بھی ہوں گے اس کو مد نظر رکھ کر مصنف نے عام فہم زبان میں نفس مضمون کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں جگہ جگہ نقشوں، خاکوں اور تراسیم کی مدد لی گئی ہے جس سے تفصیلات کو سمجھنے میں آسانی ہونے کے ساتھ ساتھ ان مضامین کو پڑھنے میں دلچسپی بھی پیدا ہوتی ہے۔ کتاب کا سرورق سادہ اور پرکار ہے۔ کاغذ اور چھپائی نفس ہونے کے باوصف اس کی قیمت -/150 روپے رکھی گئی ہے جو کسی بھی متوسط طبقے کے افراد کے لئے زیادہ نہیں ہے۔

سے مشورہ لینے کے لئے طویل قطاروں میں بیٹھ کر اپنا وقت اور پیسہ ضائع کرتا ہے۔

یہ مرض کیا ہے؟ اگر قابو میں رکھا گیا تو گویا مرض ہی نہیں اور اگر بے قابو ہو گیا تو غفرت ہے کہ اعضائے ریشہ میں وہ کون سا عضو ہے جو اس کے خاموش دست برد سے بیخ پاتا ہو۔ کبھی کسی کو اندھا کر دیا تو کسی کو فالج زدہ کیا، کسی کو دل کے امراض میں مبتلا کر دیا تو کسی کے گردوں کو ناکارہ کر کے رکھ دیا۔ کسی کے جگر کو متاثر کیا تو کسی کی جنسی صلاحیتوں کو بے معنی کر دیا۔

ذیابیطس اب زیادہ سے زیادہ لوگوں کو متاثر کرتا جا رہا ہے۔ مختلف لوگ مختلف قسم کے مشورے مریض کو دیا کرتے ہیں اور مریض اس کے متعلق الجھن کا شکار رہتا ہے۔ ان ساری الجھنوں سے بچنے اور اس مرض کو قابو میں رکھ کر ایک نارمل زندگی گزارنے کے لئے مذکورہ تصنیف مستند مصومات فراہم کرتی ہے اور مریض کی صحیح رہنمائی کرتی ہے۔

کتاب کیا ہے، اُردو زبان میں عام فہم انداز میں لکھی گئی ذیابیطس پر گویا ایک مختصر انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں ڈاکٹر موصوف نے بڑی عرق ریزی اور پورے خلوص کے ساتھ ہر اس موضوع اور نکتے کو شامل کرنے کی کوشش کی ہے جو اس بیمار سے متعلق ہوتے ہیں یا ذیابیطس سے متاثر مریض کے ذہن میں اٹھ سکتے ہیں۔

اس کتاب کا مطالعہ ہر اس شخص کے لئے فائدہ مند ہوگا جو ذیابیطس سے متاثر ہے یا اس کے متاثر ہونے کے امکانات ہیں۔ واضح رہے کہ کسی شخص کے خاندان میں ذیابیطس سے متاثر افراد ہیں یا رہے ہیں تو اس کو بھی اس مرض کے ہو جانے کے امکانات ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ماں، باپ یا قریبی رشتہ داروں کو یہ مرض ہے تو ایسے فرد کو کافی چوکنار ہونا چاہئے اور اس مرض کا شکار ہونے سے بچنا چاہئے۔ اسی طرح جو لوگ اس مرض سے بچ رہے ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی یہ کتاب کسی نعمت سے کم نہیں۔

ڈاکٹر صاحب اُردو میں مزاح بھی لکھتے ہیں۔ لیکن مذکورہ تصنیف ایک سنجیدہ موضوع پر سنجیدگی سے لکھی گئی کتاب ہے۔ آج کے دور میں مرض ذیابیطس جس تیزی سے بڑھ رہا ہے اس سے نوع انسانی کو ایک خوف لاحق ہونے لگا ہے۔ ذیابیطس کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ کہنے کو تو یہ ایک



## ادعمل

قابرہ یونیورسٹی میں دئے گئے لکچر کا پورا ستن ذہن میں گردش کر رہا ہے۔ ادبامہ کے سینے میں ایک مسلم دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ہر امن پسند انسان کی خواہش وہی ہے جسکا اظہار ادبامہ کر رہے ہیں۔ لیکن زمین پر ماحولیات کو فطرت کے مطابق بنانے اور انسانی زندگی کو سکون سے ہم کنار کرنے کے لئے اسلامی نظریہ حیات کو لے کر کم از کم نظریات پھیلانے کی سطح پر یہ ذمہ داری ہم مسلم لوگوں کو ہی آگے بڑھ کر نبھانی ہوگی۔ قابرہ یونیورسٹی اور الازھر یونیورسٹی کو ہمارا پیش رو ثابت ہونا چاہئے۔

جامعۃ الفلاح کے ایک طالب علم کا خط دیکھ کر خوش گوار حیرت ہوئی ورنہ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ ہم اور آپ اردو زبان میں جو یہ میگزین سائنسی موضوعات پر نکالتے ہیں تو اس کو اردو زبان کے تحفظ کے قلع (مدرسہ) والے پڑھتے ہی نہیں ہیں۔ اور یہی لوگ اپنے کو دین اسلام کے محافظ بھی مانے بیٹھے ہیں اور حال یہ ہے کہ دین اسلام کے نظریات کے ذریعہ دنیا کی مجبوزی ہوئی صورت حال کو سنبھالا جاسکتا ہے اسکے تصور تک سے ان کا ذہن خالی رہتا ہے۔

نظآپ کا بھائی طالب دعوادعاگو

افتخار احمد

محترم بھائی ڈاکٹر اسلم پرویز صاحب  
ایڈیٹر سائنس اردو ماہنامہ نئی دہلی  
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

5 جون، یوم تحفظ عالمی ماحولیات کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اسی روز ماہنامہ سائنس وستیاب ہوا۔ دیکھتے ہی جی خوش ہو گیا۔ آپ کی فن کاری کا قائل ہو جانا پڑا۔ ادب و فن پر میگزین نکلتے ہی رہتے ہیں۔ مگر سائنس پر شائع ہونے والے کسی میگزین کو فن بنا دینا یقیناً فن کاری ہے۔ ماحولیات پر اتنے عمدہ مضامین جمع کر لینا ایک محض ایڈیٹر کا نہیں فن کار کا کام ہے۔ مضامین کے اندر سے ایک خوش گوار ہوا کا جھونکا آتا ہوا محسوس ہوا کہ مسلم سائنس دانوں نے اسلامی تعلیمات کے حوالے سے مجبوزی ہوئی ماحولیات کو درست کرنے کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ دنیا کی دو بڑی مصیبت یعنی مجبوزی ہوئی ماحولیات اور مجبوزی ہوئی معاشیات کا بہتر حل اسلام کے پاس ہی ہے اور اب آنے والے دور میں اسلامی نظریہ حیات کے غلبے سے ہی ان دونوں مصائب سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

آج جب یہ سطور لکھنے بیٹھا ہوں تو 9 جون کے راشنریہ سہارا اردو کے شمارے میں شائع شدہ امریکہ کے صدر بارک حسین ادبامہ کے

نقلی دواؤں سے ہوشیار رہیں  
قابل اعتبار اور معیاری دواؤں کے تھوک و خردہ فروش



ماٹل میڈ کیورا

110006-1443 بازار چٹلی قبر، دہلی

فون: 2326 3107, 23270801

ماٹل میڈ کیورا

# خریداری تحفہ فارم

اردو سائنس ماہنامہ

میں "اردو سائنس ماہنامہ" کا خریدار بننا چاہتا ہوں اپنے عزیز کو پورے سال بطور تحفہ بھیجنا چاہتا ہوں خریداری کی تجدید کرانا چاہتا ہوں (خریداری نمبر.....) رسالے کا زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر چیک رڈرافٹ روانہ کر رہا ہوں۔ رسالے کو درج ذیل پتے پر بذریعہ سادہ ڈاک رجسٹری ارسال کریں:

نام.....

پتہ.....

پین کوڈ.....

نوٹ:

- 1۔ رسالہ رجسٹری ڈاک سے منگوانے کے لیے زر سالانہ =/450 روپے اور سادہ ڈاک سے =/200 روپے ہے۔
- 2۔ آپ کے زر سالانہ روانہ کرنے اور ادارے سے رسالہ جاری ہونے میں تقریباً چار ہفتے لگتے ہیں۔ اس مدت کے گزر جانے کے بعد یہ یاد دہانی کریں۔
- 3۔ چیک یا ڈرافٹ پر صرف "URDU SCIENCE MONTHLY" ہی لکھیں۔ دہلی سے باہر کے چیکوں پر =/50 روپے زائد بطور بینک کمیشن بھیجیں۔

پتہ : 665/12 ذاکر نگر، نئی دہلی۔ 110025

## ضروری اعلان

بینک کمیشن میں اضافے کے باعث اب بینک دہلی سے باہر کے چیک کے لیے =/30 روپے کمیشن اور =/20 روپے برائے ڈاک خرچ لے رہے ہیں۔ لہذا قارئین سے درخواست ہے کہ اگر دہلی سے باہر کے بینک کا چیک بھیجیں تو اس میں =/50 روپے بطور کمیشن زائد بھیجیں۔ بہتر ہے رقم ڈرافٹ کی شکل میں بھیجیں۔

ترسیل ذر و خط و کتابت کا پتہ :

665/12 ذاکر نگر، نئی دہلی۔ 110025

## کاوٹ کوپن

نام .....  
 عمر .....  
 تعلیم .....  
 مشغلہ .....  
 مکمل پتہ .....  
 پن کوڈ .....  
 تاریخ .....  
 کلاس .....  
 اسکول کا نام و پتہ .....  
 پن کوڈ .....  
 گھر کا پتہ .....  
 پن کوڈ .....  
 تاریخ .....

## سوال جواب کوپن

نام .....  
 عمر .....  
 تعلیم .....  
 مشغلہ .....  
 مکمل پتہ .....  
 پن کوڈ .....  
 تاریخ .....

## شرح اشتہارات

مکمل صفحہ	2500/=	روپے
نصف صفحہ	1900/=	روپے
چوتھائی صفحہ	1300/=	روپے
دوسرا ویسرا کور (بلیک اینڈ وائٹ)	5,000/=	روپے
ایضاً (ملٹی کلر)	10,000/=	روپے
پشت کور (ملٹی کلر)	15,000/=	روپے
ایضاً (دوکلر)	12,000/=	روپے

چھ اندراجات کا آرڈر دینے پر ایک اشتہار مفت حاصل کیجئے۔ کمیشن پر اشتہارات کا کام کرنے والے حضرات رابطہ قائم کریں۔

- رسالے میں شائع شدہ تحریریں کو بغیر حوالہ نقل کرنا ممنوع ہے۔
- قانونی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالتوں میں کی جائے گی۔
- رسالے میں شائع شدہ مضامین میں حقائق و اعداد کی صحت کی بنیادی ذمہ داری مصنف کی ہے۔
- رسالے میں شائع ہونے والے مواد سے مدیر، مجلس ادارت یا ادارے کا متعلق ہونا ضروری نہیں ہے۔

اوز، پرنٹر، پبلشر شاہین نے کلاسیکل پرنٹرس 243 چاوڑی بازار، دہلی سے چھپوا کر 665/12 ذکر کرر  
 نئی دہلی۔ 110025 سے شائع کیا..... بانی و مدیر اعزازی: ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

نمبر شمار	کتاب کا نام	قیمت	نمبر شمار	کتاب کا نام	قیمت
	اسے چند بیک آف کائنات ریمز پر ان یونانی سسٹم آف میڈیسن				
1-	انگلش	19.00	27-	کتاب الحادی III	180.00 (اُردو)
2-	اُردو	13.00	28-	کتاب الحادی IV	143.00 (اُردو)
3-	ہندی	36.00	29-	کتاب الحادی V	151.00 (اُردو)
4-	بنجابی	16.00	30-	الحالات البقراطیہ I	360.00 (اُردو)
5-	تامل	8.00	31-	الحالات البقراطیہ II	270.00 (اُردو)
6-	تیلگو	9.00	32-	الحالات البقراطیہ III	240.00 (اُردو)
7-	کنڑو	34.00	33-	میدان الانسانی طبقات الاعمال I	131.00 (اُردو)
8-	اڑبہ	34.00	34-	میدان الانسانی طبقات الاعمال II	143.00 (اُردو)
9-	گجراتی	44.00	35-	رسالہ جدید	109.00 (اُردو)
10-	عربی	44.00	36-	فریکو کیٹیکل اینڈ ڈس آف یونانی فارمولیٹور I	34.00 (انگریزی)
11-	بنگالی	19.00	37-	فریکو کیٹیکل اینڈ ڈس آف یونانی فارمولیٹور II	50.00 (انگریزی)
12-	کتاب جامع لطرفہ رات الادویہ والا نقدیہ I	71.00 (اُردو)	38-	فریکو کیٹیکل اینڈ ڈس آف یونانی فارمولیٹور III	107.00 (انگریزی)
13-	کتاب جامع لطرفہ رات الادویہ والا نقدیہ II	86.00 (اُردو)	39-	اینڈر ڈائریشن آف سنگل ڈرگس آف یونانی میڈیسن I	86.00 (انگریزی)
14-	کتاب جامع لطرفہ رات الادویہ والا نقدیہ III	275.00 (اُردو)	40-	اینڈر ڈائریشن آف سنگل ڈرگس آف یونانی میڈیسن II	129.00 (انگریزی)
15-	امراض قلب	205.00 (اُردو)	41-	اینڈر ڈائریشن آف سنگل ڈرگس آف یونانی میڈیسن III	188.00 (انگریزی)
16-	امراض ریہ	150.00 (اُردو)	42-	کیمسٹری آف میڈیٹل پلانٹس I	340.00 (انگریزی)
17-	آئینہ سرگزشت	7.00 (اُردو)	43-	دی کیمسٹری آف برتھ کنٹرول ان یونانی میڈیسن	131.00 (انگریزی)
18-	کتاب احمد دہلی البقراطیہ I	57.00 (اُردو)	44-	کنٹری بیوشن ٹودی یونانی میڈیٹل پلانٹس فراہم بارگھ	
19-	کتاب احمد دہلی البقراطیہ II	93.00 (اُردو)	45-	ڈسٹرکٹ تامل ناڈو	143.00 (انگریزی)
20-	کتاب الکلیات	71.00 (اُردو)	46-	میڈیٹل پلانٹس آف گوالیار فورسٹ ڈویژن	26.00 (انگریزی)
21-	کتاب الکلیات	107.00 (عربی)	47-	کنٹری بیوشن ٹودی میڈیٹل پلانٹس آف علی گڑھ	11.00 (انگریزی)
22-	کتاب المصوری	169.00 (اُردو)	48-	کیمیا ہمل خاں - دی ریسیٹل جینس	71.00 (مولا انگریزی)
23-	کتاب الامہال	13.00 (اُردو)	49-	کیمیا ہمل خاں - دی ریسیٹل جینس	57.00 (بچہ بیک انگریزی)
24-	کتاب التیسیر	50.00 (اُردو)	50-	کیمیکل اسٹڈی آف ضیق اینٹس	05.00 (انگریزی)
25-	کتاب الحادی I	195.00 (اُردو)	51-	کیمیکل اسٹڈی آف دغ الفاسل	04.00 (انگریزی)
26-	کتاب الحادی II	190.00 (اُردو)		میڈیٹل پلانٹس آف آندھرا پردیش	164.00 (انگریزی)

ڈاک سے منگوانے کے لیے اپنے آڈر کے ساتھ کتابوں کی قیمت بذریعہ بینک ڈرافٹ، جوڈائز کٹریسی۔ سی۔ آر۔ یو۔ ایم۔ نئی دہلی کے نام بٹا ہوئے پتیلی روانہ فرمائیں۔  
..... 100/00 سے کم کی کتابوں پر محصول ڈاک بذریعہ خریدار ہوگا۔

کتابیں مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں:

سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن 61-65 انسٹی ٹیوشنل ایریا، جنگ پوری، نئی دہلی 110058 فون: 852,862,883,897, 5599-831



JULY 2009

URDU **SCIENCE** MONTHLY  
665/12 Zakir Nagar New Delhi - 110025  
Posted on 1st & 2nd of every month.  
Date of Publication 25th of previous month

RNI Regn. No. 57347/94 Postal Regn. No. DL(S)-01 / 3195 / 2009-11  
Licence No. U(C)180/2009-11  
Licensed to Post Without Pre-payment  
at New Delhi P.S.O New Delhi 110002



**INDEC  
OVERSEAS**

Fashion Jewellery, Accessories & Gifts



Mr. S.M. SHAKIL, Director

Office

793, Katra Bashir Ganj, Ballimaran,  
Chandni Chowk Delhi-110006 (INDIA)  
Mobile: +91-98101 28972  
Tel: +91-11-2394 1799, 2392 6851  
Fax: +91-11-2394 1798

Showroom

5182, Ballimaran, Chandni Chowk,  
Delhi 110006 (INDIA)  
Tel: +91-11-2392 3210

E Mail [info@indec-overseas.com](mailto:info@indec-overseas.com)  
Web [www.indec-overseas.com](http://www.indec-overseas.com)